پندرہ روزہ
تعمیرِ حیات
لکھنؤ

مجلس صحافت و نشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد ۲۹ | ۲۵ جولائی ۱۹۹۲ء ـــــ مطابق ۲۳ محرم ۱۴۱۳ھ | شمارہ ۱۸

ادارہ

محمود الازہار ندوی

ہجری سالِ نو کا آغاز ـ ایک سبق

سنہ ہجری کا آغاز مسلمانوں کیلئے دینی و تاریخی طور پر خاص اہمیت رکھتا ہے وہ مسلمانوں کے اس دور کو یاد دلاتا ہے جب ان کو مکی دور کے ابتلاء و آزمائش سے نجات ملی اور ایک محفوظ و مستحکم مستقر ملا اور اسلام و مسلمانوں کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا، اور پھر یہیں سے مسلمانوں نے پوری دنیا کو رشد و ہدایت اور توحید کا پیغام دیا اور دنیا کے ایک بڑے حصے تک اسلام کی شعاعیں پہونچیں، مسلمان جہاں کہیں گئے وہ اس نور کو اپنے ساتھ لیتے گئے اور دنیا کو رشد و ہدایت کے نور سے بھر دیا، اسلام نے ہر ملک پر اپنا اثر ڈالا خواہ وہ خالص اسلامی ممالک ہوں یا غیر اسلامی ممالک، یا وہ ممالک ہوں جہاں سے اسلام کو جلا وطن کر دیا گیا ہو، یا ایسے دور دراز علاقے ہوں جہاں اسلام کی باقاعدہ دعوت نہ پہونچی ہو۔ اسلام وہاں بھی پہنچا جہاں اس کا قدم جمانا مشکل تھا، اسی کا نتیجہ ہے کہ اسلام ہر ملک میں اپنے تشخص کے ساتھ موجود ہے اس کو سیاسی طور پر بھی تسلیم کیا گیا ہے، عوامی طور پر تسلیم کیا گیا اور اقلیت کے مذہب کی حیثیت سے بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ اسلام نے اپنے کو ان ممالک میں بھی زندہ رکھا جہاں سے اس کو جلا وطن کر دیا گیا تھا اور اس کا نام لینا جرم قرار دے دیا گیا تھا، ہر دور میں اسلام کو ایسے جانباز مخلص ملتے رہے جنہوں نے مصائب و آلام اور سخت سے سخت حالات میں اس کی آبیاری کی، اور اس کو سینے سے لگائے رکھا، یہ وہ حقیقت ہے جو کمیونسٹ روس کے پارہ پارہ ہونے کے بعد اور بھی عیاں ہو کر سامنے آئی، روس کی جتنی ریاستوں کو کمیونزم کے استبدادی چنگل نے جکڑ رکھا تھا وہ اب آزاد ہیں اور اسلام ان کی زندگی میں اسی طرح دخیل ہے جس طرح اس سے قبل ان کے آباؤ اجداد کی زندگی میں دخیل تھا۔

ایسے وقت میں جبکہ اسلام دشمنی اور اسلام بیزاری عام ہو۔ اسلام کے عقائد اور عبادات کے طریقے اور ضابطۂ حیات اور تعلیمات نبوی کو مطعون کیا جا رہا ہو، مسلمانوں کی تحقیر کی جا رہی ہو، ان کے مقدسات کو نقصان پہونچایا جا رہا ہو۔ افغان مجاہدین کی کامیابی اور اقتدار تک رسائی اسلام اور مسلمانوں کی عظیم کامیابی ہے، یہ جنگ افغانیوں نے خالصتہً اسلام کے نام پر لڑی ہے، اس کے لئے انکو تیرہ سال تک مسلسل جہاد کرنا پڑا، زندگی کی سہولتوں سے محروم ہونا پڑا، پناہ گزینی کی زندگی گذارنی پڑی، لاکھوں افراد کو اللہ کی راہ میں قربان کر دینا پڑا، بچوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ کر دینا پڑا، اسی طرح قوم کی ایک بڑی تعداد معذور ہو گئی، لیکن اس کا پھل یہ ملا کہ جس طاقت کے سہارے افغانستان میں پھیلایا گیا تھا وہ اپنے انجام کو پہونچ گئی اور اس کا شیرازہ منتشر ہو گیا اور کمیونزم کی تاریخ کا سب سے بڑا المیہ ظاہر ہوا، اور کمیونزم کے جن سورماؤں کے مجسموں کو بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ نصب کیا گیا تھا اسے اسی نفرت اور بیزاری کے ساتھ زمین بوس کر دیا گیا۔

سال گذشتہ سالہائے ماسبق کی طرح صرف مایوسیوں اور تباہ کاریوں کا سال نہیں ثابت ہوا بلکہ اس نے امت مسلمہ کو جہاد افغانستان کی کامیابی کا مژدہ سنایا اور سبق دیا کہ جو کام دل کی گہرائیوں اور خدا کے نام پر دین کی خاطر کیا جائے گا اس کے ثمرات ظاہر ہوں گے، اس کی کامیابیوں اور کامرانیوں سے صرف وہی ملک مستفید نہ ہوگا بلکہ اس کے اثرات قرب و جوار اور دور دراز کے علاقوں پر بھی پڑیں گے اور جن عوام نے اپنے دین کی خاطر قربانیاں دیں، جان کی بازی لگائی اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کا ملک واپس کیا، ان کے ایمان کی حفاظت کی اور ان کے دشمن کو زیر کر دیا، اور سپر پاور کے ایسے حصے بکھرے ہوئے ہیں کہ وہ ایک ایسی مملکت کی شکل میں بچ سکا جو دوسرے ملکوں کے سامنے کاسۂ گدائی لئے کھڑا ہے۔

یہ اسلام ہی کی قوت تھی جس نے اسلام کے محافظوں کیلئے گھر بار چھوڑنے کو آسان بنا دیا اور پھر اسی طاقت نے ان کو ان کا وطن واپس دلایا، اور خدا کے نام پر گھر بار چھوڑنے ہی سے سنہ ہجری کا آغاز ہوا، افغان مجاہدین نے بھی اپنے وطن اور گھر بار کو صرف دین کی خاطر خیر باد کیا تھا اور اپنے دین و ایمان کی حفاظت کے لئے جس طرح جہاد کیا اور جس طرح خلوص دل سے اس میں شریک ہوئے تھے اس کا نتیجہ اس شکل میں ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو انکا وطن واپس کر دیا اور زمام حکومت پر قابض ہو گئے۔ وَيُرِيدُ اللّٰهُ أَن يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ (سورہ انفال ۷)، اور خدا چاہتا تھا کہ اپنے فرمان سے حق کو قائم رکھے اور کافروں کی جڑ کاٹ (پھینک) دے۔ ■

سرپرست

مولانا معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ادارۂ تحریر

شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

مشاورت

مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا سلمان حسینی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی — مولانا عبداللہ حسنی ندوی
مولانا محمد رضوان ندوی — ڈاکٹر ہارون رشید

خط و کتابت و منی آرڈر کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر 93
ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 (یوپی)

زر تعاون ملکی

سالانہ — پچاس روپے
فی شمارہ — ۲/۲۵

بیرون ملک فضائی ڈاک

ایشیائی۔ یورپی۔ افریقی و امریکی ممالک
۲۵ ڈالر

بیرون ملک بحری ڈاک

بحری ڈاک جملہ ۱۰ ڈالر

لوٹ :-
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں، اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپکا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہونچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پچاس روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں جس نام و پتہ پر آپ کو پرچہ جاتا ہے اس کی صراحت منی آرڈر کوپن پر ضرور کریں اور اگر جدید خریدار ہیں تو اس کی بھی صراحت ضروری ہے

تعمیر حیات

درس حدیث

نفاق
معاشرہ کیلئے نہایت مہلک مرض

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی — ترجمہ شمس الحق ندوی

عن عبد الله بن عمرو ان النبي صلى الله عليه وسلم قال: أربع من كن فيه كان منافقاً خالصاً ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها، وإذا ائتمن خان، وإذا حدث كذب، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں چار خصلتیں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں کی ایک خصلت ہوگی تو وہ بھی نفاق ہی کی خصلت ہے، جب تک اس کو چھوڑ نہ دے، علامتیں یہ ہیں۔ جب بات کہے جھوٹ کہے، وعدہ کرے وفا نہ کرے، امانت میں خیانت کرے اور جب لڑے تو گالی دے۔

نفاق بہت غلط چیز ہے یہ نہایت گھٹیا اور پست خصلت ہے اسی لئے مسلمانوں کو نفاق اور اس جیسی دوسری مذموم باتوں سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جو لوگ منافق ہوں ان سے دور رہنے اور بچنے کی ضرورت ہے، نفاق پرانا مرض ہے جو مدینہ منورہ میں اسلام کے داخل ہونے کے بعد شروع ہوا اس کے بعد پھر ختم نہیں ہوا اگرچہ وقتاً فوقتاً اس کی شکلیں بدلتی رہیں، اس نفاق نے مسلمانوں کی قوت و طاقت اور وقت کے بڑے حصہ کو کافی دنوں تک مشکل میں ڈالے رکھا قرآن کریم اور حدیث شریف میں اس کا بار بار ذکر آیا ہے۔

شریعت میں نفاق کی دو قسمیں قرار دی گئی ہیں۔ ایک تو نفاق کی سب سے بڑی اور بری قسم ہے، وہ یہ کہ انسان زبان سے تو خدا اور اس کے فرشتوں، اور اس کی کتابوں اور رسولوں اور اس زندگی کے بعد والی زندگی یعنی آخرت پر ایمان لائے، اور دل سے ان باتوں کا مخالف ہو، یا ان میں سے بعض باتوں کا مخالف ہو، نفاق کی یہ وہ صورت ہے جو عہد نبوی میں پائی جاتی تھی، اور قرآن کریم میں ان منافقین کی مذمت میں بہت سی آیات نازل ہوئیں منافقین کا پردہ فاش کیا گیا اور ان کا برا انجام بتایا گیا کہ یہ جہنم کے بالکل نچلے حصہ میں ڈالے جائیں گے۔

دوسرا النفاق یا نفاق کی دوسری قسم عمل میں منافقت ہے یہ نفاق جو اس شکل میں پایا جاتا ہے کہ انسان مظاہرہ تو اچھا اور نیک کام کا کرے اور اندر سے معاملہ اس کے برعکس ہو، اس نفاق کا تعلق ان مذموم عادتوں سے ہے جو اس حدیث پاک میں مذکور ہوئیں اور جن کی اس وقت ہم تشریح کر رہے ہیں اس سلسلہ کی دوسری احادیث میں بھی ان کا ذکر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں نفاق کی پہچان اور عادتیں بیان فرما دی ہیں اور جس شخص کے اندر یہ باتیں پائی جائیں اس کو آپ نے قطعاً منافق قرار دیا ہے، جس میں کوئی ایک عادت پائی جائے گی وہ نفاق کی ایک عادت کا مجرم قرار پائے گا حتی کہ اس کو چھوڑ دے۔

ان عادتوں میں پہلی یہ ہے کہ منافق کو جب کسی چیز کا امین بنایا جاتا ہے تو وہ خیانت کرتا ہے۔

امانت ان شریفانہ اور قابل تعریف صفات میں سے ہے جس کو لوگ زمانۂ جاہلیت میں یعنی اسلام آنے سے پہلے بھی اچھی سمجھتے تھے، بعثت سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم میں امین کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ عام لوگ امانت کے مفہوم کو صرف کوئی چیز بطور امانت رکھنے کے معنی میں محدود سمجھتے ہیں، حالانکہ صاحب شریعت کے نزدیک امانت بہت وسیع مفہوم رکھتی ہے اس کے اندر بہت سے معانی پنہاں ہیں، جن سب کا مقصود یہی ہے کہ انسان ہر اس معاملہ میں جو اس کے حوالہ کیا جائے، اس کا پورا پورا حق ادا کرے اس میں ادنیٰ کوتاہی نہ برتے، جیسے کسی مادی امانت کے کسی بھی جزء میں خیانت نہیں کر سکتا اسی میں بھی کوتاہی نہ کرے، آدمی کو یہ یقین ہونا چاہئے کہ اس ذمہ داری کے بارے میں وہ اپنے خدا کے سامنے اسی تفصیل کے مطابق جوابدہ ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا ہے آپ نے فرمایا:

"تم میں سے ہر شخص اپنی جگہ پر حاکم ہے اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا، مرد اپنے اہل کا حاکم ہے اس سے رعیت (یعنی گھر والوں) کے بارے میں پوچھ ہوگی، عورت اپنے شوہر کے گھر کی مالکہ ہے اس کے متعلق اس سے باز پرس ہوگی، خادم اپنے آقا کے مال کا نگہبان ہے اس سے اس کے متعلق سوال ہوگا۔"

امانت ایسی ذمہ داری ہے جس کی مسلمان ایک دوسرے کو وصیت و نصیحت کرتے رہے ہیں کہ اس کا بہر حال خیال رکھا جائے اس کی حفاظت کے لئے اللہ سے مدد کے طالب ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص سفر پر روانہ ہو رہا ہوتا ہے تو اس کا بھائی اس سے کہتا ہے "اللہ کے سپرد کرتا ہوں تمہارا دین اور تمہاری امانت اور تمہارا انجام"۔ لہٰذا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اس ذمہ داری کو بالکل اسی طرح جس طرح اس کا حکم ہے ادا کرے جس نے اس سے انحراف کیا اس نے امانت میں خیانت کی اور اس میں نفاق کی ایک علامت پائی گئی، تا آنکہ اس کو چھوڑ نہ دے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل ہوا۔

منافق کی دوسری علامت یہ ہے کہ "جب بات کہے جھوٹ کہے" آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسند میں مروی ہے فرمایا:

"یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات کہو وہ تو تم کو سچا سمجھ رہا ہے اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو۔"

حسن فرماتے ہیں کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ نفاق ظاہر و باطن میں تضاد کا نام ہے، کہنے اور کرنے میں فرق کا نام ہے اندر اور باہر میں اختلاف و مغایرت کا نام ہے، غرض یہ کہ نفاق وہ بنیاد ہے جس پر جھوٹ کی دیوار کھڑی ہوتی ہے۔ [1]

منافق کی تیسری علامت یہ ہے کہ (جب عہد کرتا ہے تو دھوکا دیتا ہے) اور عہد کو پورا نہیں کرتا، جو کتاب و سنت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا" [2]

اور عہد کو پورا کرو کہ عہد کے بارے میں ضرور پرسش ہوگی۔

دوسری آیت میں فرمایا:

"وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللّٰهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا" [3]

اور جب خدا سے عہد واثق کرو تو اس کو پورا کرو۔ اور جب پکی قسمیں کھاؤ تو ان کو مت توڑو کہ تم خدا کو اپنا ضامن مقرر کر چکے ہو۔

ایک اور آیت میں فرمایا:

"إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ" [4]

جو لوگ خدا کے اقراروں اور اپنی قسموں (کو بیچ ڈالتے ہیں اور ان) کے عوض تھوڑی سی قیمت حاصل کرتے ہیں ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ان سے خدا نہ تو کلام کرے گا اور نہ قیامت کے روز ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔

صحیحین میں ابن عمرؓ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت کے دن ہر دھوکا دینے والے کا ایک جھنڈا ہوگا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔"

دھوکا ہر زمانہ میں حرام رہا ہے خواہ مسلمان مسلمان کے درمیان ہو یا مسلم و غیر مسلم کے درمیان ہو حتی کہ جس سے معاہدہ ہوا ہے وہ کافر بھی ہو تو عہد کا پورا کرنا ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کسی ایسے شخص کو قتل کر دیا جس سے معاہدہ تھا تو وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا جب کہ جنت کی خوشبو اتنی تیز ہوتی ہے کہ چالیس سال کی مسافت سے آتی ہے۔" [5] (بخاری)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہم کو مشرکین کے ساتھ کئے گئے عہد کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے، جب تک وہ عہد پر قائم ہیں عہد کو توڑتے نہیں ہیں ان کے ساتھ عہد شکنی کی اجازت نہیں، جب مشرکین کے ساتھ عہد پورا کرنے کا یہ حکم ہے تو مسلمانوں میں آپسی عہد کو توڑنا تو اور بھی برا ہے اور ان سے عہد شکنی کرنا زیادہ بڑا گناہ ہے

اس حدیث میں منافق کی چوتھی علامت یہ بتائی گئی کہ (اور جب لڑے تو گالی دے) یہاں فجور سے مراد جان بوجھ کر حق سے تجاوز کرنا ہے کہ حق باطل ہو جائے

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

دعوت اسلامی میں دینی مزاج کی ضرورت

مولانا سید محمد واضح رشید ندوی، ایڈیٹر الرائد ندوۃ العلماء لکھنؤ — ترجمہ حبیب الرحمن

گزشتہ عہد کے مقابلے میں اس عہد کی امتیازی خصوصیت تیز رفتاری، فعالیت تغیر کے لئے جد وجہد اور انقلابیت ہے۔ اس صدی کا نصف اول سامراج کے خلاف جدوجہد کا عہد ہے۔ جس نے خفیہ صلاحیتوں کو بیدار کیا اور حقوق کے حصول اور تشخص کے تعین کی سمتیں متعین کیں اس میں گزشتہ عہد کے اس جبر وتشدد اور استحصال کے خلاف جذبہ کار فرما تھا جس میں قوموں کو ان کی خواہشوں اور توقعات کے خلاف دبایا اور ستایا جا رہا تھا جس کے نتیجہ میں جذبات مردہ ہوگئے تھے قوتیں جواب دے گئیں تھیں، ہمتیں پست ہو گئیں تھیں اور انسانی ضمیر پتھر کی طرح سخت ہو گئے تھے تحریک آزادی میں کامیابی نے ان قوموں میں نیا جذبہ نئی امنگ نو حوصلہ اور خود اعتمادی پیدا ہوئی اور جدوجہد اور تحریک کے نتائج پر یقین، دنیا آزاد ہوئی اور ساتھ ہی ساتھ عالم اسلام کو بھی آزادی نصیب ہوئی، مسلمان فطری طور پر آزادی فکر وعمل اور خودداری میں دوسری قوموں کے مقابلے میں امتیاز رکھتا ہے اور حالات کو بدلنے کا اس میں جذبہ اور قربانی دینے کے لئے صلاحیت نمایاں طور پر پائی جاتی ہے خودداری وحریت پسندی اور قربانی کا جذبہ ایسی صفات ہیں کہ اگر ان کی صحیح رہنمائی اور اس کے لئے صحیح فکری ذہن سازی اور اخلاقی رہنمائی کے مواقع حاصل نہ ہوں تو یہ انتہا پسندی اور ٹکراؤ کا ماحول پیدا کر دیتی ہیں اور مسائل کے حل میں پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں۔

عالم اسلام کو آزادی ملی تو اس میں متعدد مقاصد کے لئے قومی تحریکیں اجتماعی اور اقتصادی تعمیری تنظیمیں مروجہ طرز فکر اور نظریات کی اصلاح کے لئے پارٹیاں قائم ہوئیں اور اسی طرح دینی واصلاحی تحریکات کا بھی قیام عمل میں آیا۔ ان میں بعض تحریکات نے دینی اصلاح کے لئے محدود دینی نہج کو اختیار کیا اور بعض تحریکات نے جو جدید نظریات اور تحریکات سے متاثر تھیں نئے عہد کی تحریکوں کے وسائل کو اختیار کیا اور انھوں نے حکومتوں پر اثر انداز ہونے کی کوششیں کی اور دعوت اور انقلاب کے لئے نئے وسائل اختیار کئے۔

بعض دینی تحریکوں نے اس عہد کی سیاسی اور اجتماعی تحریکوں سے استفادہ کیا اور اسی نہج پر اپنی جدوجہد کی تشکیل کی۔ اس عہد میں جدید علمی مطالعہ یا مغرب سے متاثر ہونے کے نتیجہ میں بعض تحریکوں نے ایسے وسائل اختیار کئے جو تشدد یا احتجاجی ذہنیت پر مبنی تھے اس لئے کہ یہ طریقہ ان کے ذہن سے مطابقت رکھتا تھا یورپ کی بعض اقتصادی، سیاسی وغیر سیاسی تحریکوں میں یہ رجحان قوت کے ساتھ پایا جاتا ہے اگرچہ دعوتی اسلوب کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے اندر بردباری نرمی اور ایثار وتسامح پایا جائے۔ اس لئے کہ قرآن کریم دعوت کے سلسلہ میں حکمت وموعظہ حسنہ کے اپنانے پر ابھارتا ہے اور اسلامی دعوت کی بنیاد افہام پر ہے نہ کہ اکراہ پر۔ اکثر دینی تحریکیں اس اصول کی رعایت کرتی ہیں، دینی اور سیاسی تحریک میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ سیاسی تحریک کا مقصد حصول غلبہ ہے چاہے وہ جس طریقہ سے ممکن ہو، دین کی تحریک مقصد اور وسیلہ میں مناسبت کے تصور پر قائم رہتی ہے اور جبر واکراہ سے گریز کرتی ہے

دینی تحریکوں کے سلسلے میں غیر اسلامی عناصر کا معاندانہ موقف اور ان کی سرگرمیوں میں بیجا مداخلت دینی تحریک میں بعض وقت انتہا پسندی اور شدت کے رجحان کو پیدا کرنے میں زبردست عامل بن جاتی ہے اور بعض قائدین تحمل اور صبر کی راہ سے ہٹنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور وہ نظام سے ٹکرانے کا موقف اختیار کر لیتے ہیں اگرچہ اسلامی دعوت کو سیاسی نظام کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے اور تمام نظاموں سے ٹکرانے کا راستہ اختیار کرنے میں احتیاط برتنی چاہئے اس لئے کہ اس طریقہ سے معاندانہ ردعمل اور ضد اور ناراضگی کے علاوہ اور کوئی چیز وجود میں نہیں آئے گی اور دعوت اسلامی کو اتنا نقصان پہنچے گا جس کی تلافی آسان نہیں ہوگی اور وہ تمام دینی تحریکیں جو دعوتی واصلاحی اور اخلاقی سرگرمیوں میں لگی ہوئی ہیں براہ راست حکام کے عتاب کا شکار ہو جائیں گی اور کسی بھی دعوتی عمل میں کامیابی کے بجائے نظام حکم کی دشمنی مول لے لیں گی جیسا کہ بعض مسلم ملکوں میں تجربہ میں آرہا ہے کہ وہاں مسجد میں نماز پڑھنے اور مدرسہ میں تعلیم پر بھی حکومت کی نگرانی ہے

دینی تحریکوں میں تشدد کے رجحان کے وجود میں آنے کے تین اسباب ہو سکتے ہیں پہلا سبب دعوت کے نتائج کے ظہور میں عجلت پسندی ہے۔ دعوتی کام کرنے والے کم سے کم وقت میں اسلامی انقلاب دیکھنا چاہتے ہیں حالانکہ یہ طرز فکر دعوتی طبیعت کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ داعی کا فرض تو محض اس قدر ہے کہ وہ میدان دعوت میں دل وجان سے جد وجہد کرے نتائج کا جہاں تک تعلق ہے تو اسے اللہ پر چھوڑ دے صحابہ کرامؓ میدان دعوت میں اسوۂ کامل تھے وہ اس راہ میں شہادت پاکر خوش ہوتے اور تکلیف میں اتنی لذت محسوس کرتے تھے جتنی کہ دوسرے لوگ اپنی دعوت کے نتیجے اور اپنی کوششوں کی کامیابی میں محسوس کرتے ہیں۔

دوسرا سبب اسلام مخالف طاقتوں کا دعوت اسلامی کے سلسلہ میں معاندانہ رویہ ہے اور دعوت کے کام میں رکاوٹیں پیدا کرنا ہے۔ جس کا اکثر ان اسلامی ملکوں میں مشاہدہ کیا جا رہا ہے۔ جہاں غیر اسلامی نظام قائم ہیں اور غیر اسلامی افکار ونظریات کی اشاعت کو پوری آزادی اور سرکاری پشت پناہی حاصل ہے۔ اور دینی کام کرنے والوں کو ایسی آزادی حاصل نہیں ہے

تیسرا سبب جو اس میدان میں خطرہ سے خالی نہیں ہے وہ ایسے عناصر کا میدان دعوت میں شریک ہونا ہے جن کو دعوت کے کام کا موقع حاصل نہیں ہوا۔ اور ان میں دعوت، دعوتی اسلوب اور دعوتی مزاج پیدا نہیں ہوا جس طرح سیاسی جماعتوں میں لوگ گھس جاتے ہیں۔

دعوت کے کام کرنے والوں کو اشتعال انگیز صورت حال سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے اور دعوتی کام دینی مزاج صبر وتحمل اور اخلاص کے ساتھ انجام دینا چاہئے تاکہ دعوتی کام دعوتی مزاج سے انجام پائے اور دعوتی قوت وصلاحیت تعمیری کام میں مشغول رہے۔

نعت شریف

ڈاکٹر طفیل احمد مدنی

قطرہ قطرہ دیکھئے دریا بہ دریا دیکھئے
دیکھنی ہو آپ کو گر بارش انوار حق
ہو بصیرت کی نظر تو روضۂ اقدس کے پاس
گنبد خضرا کے نیچے ہے اک ایسا آفتاب
اللہ اللہ کس قدر دلکش مناظر ہیں وہاں
کیا نہیں آتا نظر اس شہر میں لیکن ہے شرط
پہلے پڑھئے غور سے آیات قرآن کریم
صورت وسیرت نبیؐ جیسی بنائیں پہلے آپ
تھا عرب صحرا مگر فیض رسول اللہ سے
وہ زمیں جس میں سوائے ریگ وپتھر کچھ نہ تھا

منظر فیض نبیؐ جاکر مدینہ دیکھئے
گاہے مکہ دیکھئے گاہے مدینہ دیکھئے
موج زن ہے معرفت کا ایک دریا دیکھئے
جس کی کرنوں سے منور ہے زمانہ دیکھئے
جی تو بھرتا ہی نہیں ہے چاہے جتنا دیکھئے
دیکھئے جب بھی گنہ سے کر کے توبہ دیکھئے
اور پھر ان میں نبیؐ کا روئے زیبا دیکھئے
دعوئ حب نبیؐ تب کیجئے گا دیکھئے
ہو گیا ہے اب وہی کیسے ہے کیسا دیکھئے
اب اگلتی ہے وہی سونے پہ سونا دیکھئے

یہ طفیل بے نوا ہے آپ ہی کا امتی
اس کی جانب بھی ذرا شاہ مدینہ دیکھئے

اپنے قارئین خصوصاً اہل لکھنؤ سے

قارئین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ تعمیر حیات کا کوئی محصل یا ایجنٹ متعین نہیں ہے۔ لہٰذا کسی بھی شخص سے دفتری لین دین کا معاملہ نہ کریں خاص طور سے خریدار بننے اور اشتہار شائع کرنے کے لئے کوئی رقم نہ دیں بلکہ دفتر تعمیر حیات سے خود رابطہ قائم کر کے معاملہ کریں۔ اگر نقلی ایجنٹ سے معاملہ کریں گے تو ادارہ

سو فی صدی مسلمان اور سراپا اسلامیت

صحابۂ کرام کا امتیازی وصف

اور

فضائل ومناقب صحابہ سننے والوں کی ذمہ داری

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

یہ تقریر جو ۱۲ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ ہجری کو احاطہ شوکت علی لکھنؤ مولانا عبد الشکور ہال میں (جہاں یکم محرم الحرام سے ۱۵ محرم الحرام تک فضائل ومناقب صحابہ کرامؓ وخلفائے راشدینؓ کے عنوان پر علمائے کرام کی تقریریں ہوتی ہیں) ایک مجمع کثیر کے سامنے کی گئی حضرت مولانا مدظلہ، کی یہ تقریر کیسٹ سے نقل کر کے مولانا مدظلہ کی نظر ثانی اور خفیف لفظی ترمیم واضافہ کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے۔ (ادارہ)

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد!

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ

برادران عزیز، اہل ایمان وحاضرین جلسا! میں نے آپ کے سامنے سورہ بقرہ کی ایک آیت پڑھی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے پورے، اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے)۔

آپ میں سے بہت سے لوگوں کو تعجب ہوگا کہ اس آیت کا انتخاب کیوں کیا گیا، اس کا صحابۂ کرامؓ کے فضائل ومناقب سے کیا تعلق ہے، اس میں تو عام مسلمانوں سے خطاب ہے کہ اے مسلمانو! اسلام میں داخل ہو جاؤ سو فی صدی داخل ہو جاؤ، اور شیطان کی پیروی نہ کرو، اس لئے کہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

بے شک قرآن پاک کی ہر آیت برمحل ہے، ایمان افزا اور بصیرت افروز ہے، لیکن میں نے اس آیت کا انتخاب اس لئے کیا کہ میں اسی شہر کا رہنے والا ہوں اور اس ادارہ سے میرا قریبی، محبانہ ونیازمندانہ تعلق ہے، جو ان جلسوں کا اہتمام کرتا ہے، مجھے معلوم ہے کہ آپ حضرات کئی دن سے صحابۂ کرامؓ کے فضائل ومناقب سن رہے ہیں، اور ان حضرات کی زبان سے سن رہے ہیں، جو ہر طرح ان فضائل کے بیان کرنے کے اہل ہیں، علمی حیثیت سے بھی اعتقادی حیثیت سے بھی، جذباتی حیثیت سے بھی، لیکن میرے دل میں کئی دن سے یہ خیال پیدا ہو رہا ہے، کہ صحابۂ کرامؓ کے فضائل ومناقب آپ نے کن کانوں سے سنے، کس مقصد اور کس نیت سے سنے، آپ نے اپنی زندگی کا ان کی زندگی کے ساتھ تقابل کیا، اور آپ میں ان کی پیروی کا جذبہ پیدا ہوا؟ اسی لئے قصداً میں نے یہ آیت پڑھی۔

اس آیت میں اُمتِ محمدیہ اور اس کے تمام افراد مخاطب ہیں، اگر صحیح اور مکمل نمونہ دیکھنا ہو تو صحابۂ کرامؓ کی زندگی، اور سیرت کا مطالعہ کرنا چاہئے، اس آیت میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ جنھوں نے اپنے ایمان کا اعلان کیا ہے اسلام میں سو فی صدی داخل ہو جائیں، "کمّاً وکیفاً"، جو لوگ عربی زبان سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ "کمیت" کا تعلق نفوس سے ہوتا ہے، افراد سے ہوتا ہے، تعداد سے ہوتا ہے، اور "کیفیت" کا تعلق عمل سے ہوتا ہے، کیفیات وحالات اور اخلاق وعادات سے ہوتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو! اسلام میں "کمّاً وکیفاً" صد فی صد داخل ہو جاؤ" یہ نہ ہو کہ مسلمانوں کی جماعت اور امت مسلمہ میں پچاس فی صدی تو پورے مسلمان ہیں اور پچاس فی صدی کے متعلق ہم نہیں کہہ سکتے اور ہم کچھ کہنا نہیں چاہتے، یا ۷۵ فی صدی مسلمان ہیں اور ۲۵ فی صدی مسلمان نہیں ہیں، قرآن مجید، نبوت محمدیؐ، تعلیمات اسلامی، اور آپ کی جد وجہد اور قربانیاں اور آپ کی صحبت کے برکات اور فیض نبوت اس کی اجازت نہیں دیتا کہ مسلمانوں میں بھی یہ تناسب رہے کہ اتنے فی صد اتنے فی صد پورے مذہب کے پابند ہیں اور اپنی مذہبی تعلیمات پر چلتے ہیں، اور اتنے فی صد نام کے مسلمان ہیں، مسلمانوں میں اس کی کوئی گنجائش نہیں، ان سے مطالبہ ہے کہ "کمّاً" یعنی تعداد افراد کے لحاظ سے بھی پورے کے پورے مسلمان ہوں، اور "کیفاً" بھی۔

دین کن چیزوں کا مجموعہ ہے؟ دین عقائد وعبادات، اخلاق وعادات، تہذیب ومعاشرت تعلقات ومعاملات، رسم ورواج ان سب کا مجموعہ ہے، اللہ تعالیٰ نے جو دین نازل کیا ہے وہ ہماری زندگی کا پورا ضابطۂ حیات ہے، وہ پورا دستور العمل ہے، وہ ہماری زندگی کا پورا نقشہ بتاتا ہے، ہماری زندگی کے سب خانے اس میں بھرے ہوئے ہیں، کوئی خانہ خالی نہیں چھوڑا گیا، عقائد کا خانہ بھرا ہوا ہے، وہ ہے توحید خالص، ایمان بالرسالۃ ایمان بالآخرۃ، عبادات کا خانہ بھرا ہوا ہے، پنج وقتہ نمازیں ہیں، زکوٰۃ ہے (اپنی تفصیلات کے ساتھ) روزہ ہے، حج ہے، اسلامی اخلاق وصفات کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے، اور سیرت پاک اور اسوۂ حسنہ کی شکل میں ان کا اعلیٰ ترین نمونہ بھی محفوظ کر دیا گیا ہے، اور فرما دیا گیا ہے:

"اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ"

(آپ اعلیٰ اخلاق کے نمونہ ہیں)۔

اور تعلیمات نبوی میں بھی وہ آ گئے ہیں اخلاق اسلامی کیا ہیں؟ صبر وتحمل ہے اللہ کے راستہ میں فیاضی ہے، حیا ہے، نگاہوں کی حفاظت ہے مال میں احتیاط ہے معاملات میں صفائی ہے، گفتگو میں سچائی ہے، انسان کا احترام ہے، مسلمان کی محبت ہے۔

صحابۂ کرامؓ اس کا پورا نمونہ تھے، عقائد سے لیکر عبادات تک، عبادات سے لے کر اخلاق وعادات تک، اخلاق وعادات سے لے کر تہذیب ومعاشرت تک، پھر تہذیب ومعاشرت سے لے کر تعلقات ومعاملات تک، وہ سو فی صدی اپنی تعداد کے لحاظ سے اور سو فی صدی اپنے طرز زندگی کے لحاظ سے بھی مسلمان تھے، صحابۂ کرامؓ کے تذکرہ کی مجلس میں شریک ہو کر صحابۂ کرامؓ کے فضائل ومناقب سن کر ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے کہ ہم ان کی پیروی کی کوشش کریں، آپ یہاں اس لئے نہیں آتے ہیں کہ یہاں آپ دلچسپ واقعات سنیں گے، اور اپنی معلومات میں اضافہ کریں گے، میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ صحابۂ کرامؓ کی محبت وعقیدت میں اضافہ ہو جائے تو یہ بھی بڑی مبارک بات ہے، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ آپ کے اندر ان کی پیروی کا اور ان کی زندگی کو اپنے لئے نمونہ بنانے کا جذبہ پیدا ہو۔

صحابۂ کرامؓ کلیۃً، اپنی تعداد کے لحاظ سے بھی، اپنے مزاج کے لحاظ سے بھی، اپنے طرز زندگی کے لحاظ سے بھی، اپنے اخلاق وخصائل کے لحاظ سے بھی اور عادات ورسم ورواج کے لحاظ سے بھی، ہر طرح سے مکمل مسلمان تھے، ان کے یہاں ان میں کسی قسم کا استثناء نہیں تھا، اسلام ایک مستقل تہذیب بھی ہے، طرز معاشرت بھی ہے، ضابطۂ حیات بھی ہے، عائلی قانون اور دستور بھی ہے، اس میں تعلقات ومعاملات کے خاص ضوابط واصول ہیں، صحابۂ کرامؓ ان سب پہلوؤں سے مکمل مسلمان اور تعلیمات اسلامی کے پیرو تھے، ان کا معاملہ یہ تھا کہ ان کی ایک زندگی ختم ہو کر دوسری زندگی شروع ہوئی تھی، سانچہ میں ڈھل کر جیسے کوئی چیز نکلتی ہو، اور اگر یہ تشبیہ بے جا نہ ہو تو میں کہوں کہ سانچہ میں سے جس طرح ڈھلا ہوا سکہ نکلتا ہے، اپنے قد کے ساتھ اپنے طول وعرض کے ساتھ، اپنے پورے نقوش کے ساتھ وہ بالکل ڈھلا ہوا ہوگا، یہ صحابۂ کرامؓ کی زندگی تھی کہ اس میں کسی قسم کا استثناء نہیں تھا عقائد سے لے کر رسم ورواج اور تہذیب ومعاشرت تک وہ پورے پورے بدل چکے تھے، اور ان کے پہلے عہد (جاہلیت) کی کسی چیز کا سایہ ان پر باقی نہیں رہا تھا، میں جرأت کر کے (علیٰ وجہ البصیرۃ) آپ سے کہتا ہوں کہ ملل واقوام کی تاریخ، بلکہ انبیائے کرام کی امتوں کی تاریخ میں ایسے انقلاب حال، ایسی جامعیت کی مثال ملنی مشکل ہے، میں صحابۂ کرامؓ میں سے (خلفائے راشدین) کے چار واقعات اس حالت اور زمانہ

کے بیان کروں گا، جب وہ حاکمانہ حیثیت میں تھے، اور ان کو پورے اختیارات حاصل تھے، اور دو واقعات ان صحابیوں کے (اطاعت و ایثار، بے نفسی اور خدا ترسی کے) اس وقت کے بیان کروں گا جب وہ اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے، اور اپنی عزت نفس کے لیے بہت کچھ کر سکتے تھے، لیکن انھوں نے ایسے ایثار، بے نفسی اور قربانی کا مظاہرہ کیا جس کی نظیر تاریخ قدیم و جدید میں بھی ملنی مشکل ہے۔

پھر میں بتاؤں گا کہ معاشرت و تہذیب میں ان میں جاہلیت اولیٰ اور جاہلیت عربیہ کا نہیں، بلکہ جاہلیت حاضرہ، رومی تہذیب (Roman Civilization) اور ساسانی تہذیب (Persian Civilization) کا سایہ بھی نہیں پڑا تھا، اس کی بھی چند مثالیں دوں گا۔

آپ جانتے ہیں کہ حکومت کتنا بڑا امتحان ہے، آدمی جب حاکم ہو جاتا ہے، تخت سلطنت پر بیٹھتا ہے، آپ اس کا نام خلافت رکھیے، وہ بھی ایک طرح کی فرمانروائی تھی لہٰذا کم سے کم اپنے ذاتی معاملات اور خانگی زندگی میں مکمل اختیارات حاصل ہوتے ہیں، جو چاہے کھائے، پہنے بنائے، جس طرح کی چاہے سواری رکھے، جو چاہے اپنے اوپر خرچ کرے، میں یہ چار واقعات آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا واقعہ ہے کہ ان کی اہلیہ محترمہ نے ان سے ایک دن کہا کہ امیر المومنین بیت المال سے ہم کو جو روزینہ (روز کا خرچ) ملتا ہے، وہ مشکل سے اتنا ہوتا ہے کہ سادہ سے سادہ کھانے کا انتظام کر لیا جائے، بچوں میں سے کوئی بھوکا نہ رہے لیکن اس میں کچھ ذائقہ بدلنے اور منہ میٹھا کرنے کی گنجائش نہیں ہے، اس میں کچھ درہم (عرب کا چھوٹا سکہ) کا اضافہ کر دیا جائے، تو ان بچوں کا بھی منہ میٹھا ہو، یہ معصوم کچھ کہہ نہیں سکتے، لیکن ان کا حق ہے کہ کبھی ان کا منہ میٹھا کیا جائے، اس لیے آپ ہمارے لئے اس کا کچھ انتظام کریں۔

حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ مسلمانوں کا بیت المال اس لئے نہیں ہے کہ خلیفۃ المسلمین (جس پر خلافت کی ذمہ داری ہے) یا اس کے گھر کے بچوں کا منہ میٹھا کیا جائے، اس کی مسلمانوں کے بیت المال میں گنجائش نہیں، آپ خیال کیجئے کہ جہاں قیصر و کسریٰ کے ملکوں کا خراج آتا تھا، اور مفتوحہ ممالک کی دولت امنڈ کر آ رہی تھی، اس بیت المال کے متعلق فرماتے ہیں کہ گنجائش نہیں کہ ابو بکرؓ کے بچوں کا منہ میٹھا کیا جائے، اور گھر میں مٹھائی کا سامان مہیا کیا جائے، حضرت ابو بکرؓ کی اہلیہ بڑی عاقلہ تھیں، کہنے لگیں کہ مجھے اجازت دیجئے کہ اس روزینہ میں سے کچھ بچا لیا کریں، اور اس سے بازار سے کچھ سامان منگوا لیں، اور کچھ مٹھائی بنوا لیں، حضرت ابو بکرؓ نے کہا اسے میں کیسے روک سکتا ہوں، یہ تو تمہاری سلیقہ مندی کی بات ہے، بیوی صاحبہ نے اس روزینہ میں سے ایک ایک درہم دو دو درہم بچانے شروع کئے، جو سامان وہ منگواتی تھیں اس میں سے کچھ کم کر کے اتنا ہو گیا کہ میٹھا تیار ہو سکے، یہ رقم انھوں نے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ میں رکھی، حضرت ابو بکر نے بجائے بازار سے سامان لانے کے وہ پیسے بیت المال میں داخل کر دیے اور اس کے ذمہ دار سے فرمایا کہ تجربہ نے یہ ثابت کر دیا کہ ابو بکر کے گھر کا گزارہ اس سے کم پیسوں میں ہو سکتا ہے، ہماری اہلیہ نے ثابت کر دیا کہ اتنے پیسے کم ملیں گے جب بھی کوئی بھوکا نہیں رہے گا اس لئے اب ہمیں لے لینے کا حق نہیں، اسے بیت المال میں داخل کر دو، جیسے ہمارے لکھنؤ کی زبان میں کہاوت ہے کہ "نماز معاف کرانے گئے تھے روزے گلے پڑ گئے" بجائے میٹھے کے سامان ہونے کے روزانہ کے نفقہ میں اور کمی کر دی گئی۔

حضرت عمر فاروقؓ کا واقعہ سنئے آپ نے بیت المقدس کا سفر کیا، عیسائیوں، یہودیوں نے شرط لگا دی تھی کہ ہم بیت المقدس کا چارج براہ راست خلیفۃ المسلمین کو دیں گے، اس واقعہ کو پورے طور پر سنانے سے پہلے آپ کو ایک دوسری بات بھی سنا دوں، جس سے آپ صحابہ کرامؓ کے آپس کے تعلقات اور خاص طور پر سیدنا علی مرتضیٰؓ اور فاروق اعظمؓ اور دیگر خلفائے راشدین کے درمیان اخلاص، خیر خواہی اور اعزاز و اکرام کا جو معاملہ تھا وہ سمجھ سکیں، جس کے بارے میں بہت کچھ غلط فہمی پیدا کی گئی ہے۔

ایک مرتبہ عراق و ایران میں اسلامی افواج کے قائد اعظم حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اس بات کی درخواست کی کہ امیر المومنین (حضرت فاروق اعظمؓ) یہاں آ جائیں "ایرانی افواج کا اجتماع ہو رہا ہے اور فیصلہ کن جنگ کی تیاری ہو رہی ہے، امیر المومنین آ جائیں گے تو اس کا اچھا اثر پڑے گا، مخالفین پر رعب طاری ہوگا، ہم لوگوں کو اطمینان ہوگا، بعض صحابہ کرامؓ نے اس کی تائید کی اور خود بھی جانے کے لئے تیار ہوئے، لیکن سیدنا علی مرتضیٰؓ نے اس کی مخالفت کی، کہا کہ امیر المومنین کو جانے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ کی مدد پر اعتماد کیجئے، امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین ایسی سستی اور معمولی چیز نہیں ہیں، کہ محاذ جنگ پر خود چلے جایا کریں، چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کا مشورہ قبول کیا، اور تشریف نہیں لے گئے۔

اب یہ دوسرا موقع آیا تھا کہ فلسطین کے حاکموں اور مسجد اقصیٰ کے متولیوں نے آپ کو شہر اقدس میں آنے کی دعوت دی، اور کہا کہ ہم آپ ہی کو بیت المقدس کی چابی حوالہ کریں گے، اب آپ حضرت علی مرتضیٰؓ کے اخلاص اور حضرت عمر امیر المومنین سے تعلق کا اندازہ کیجئے، اور دونوں واقعات کا مقابلہ کیجئے، کہ جب آپ کو عراق آنے کی دعوت دی گئی تھی، تو حضرت علیؓ نے ہاتھ پکڑ لیا تھا کہ نہیں جانے دیں گے، اللہ پر اعتماد کیجئے انشاء اللہ فتح ہوگی، لیکن جب یہودیوں عیسائیوں نے شرط کی کہ ہم اس وقت مسجد اقصیٰ کی چابی حوالہ کریں گے، جب خود امیر المومنین یہاں آئیں گے، تو سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تائید کی اور کہا کہ یہ بڑے اعزاز کی بات ہے، بیت المقدس کو اپنے تحویل میں لینا اور اس کا ذریعہ بننا کہ وہ مسلمانوں کے انتظام اور تولیت میں رہے بڑی سعادت اور اعزاز کی بات ہے، آپ ضرور جائیں، میں کہتا ہوں کہ یہی ایک بات حضرت علی مرتضیٰؓ اور فاروق اعظمؓ کے درمیان اخلاص و تعلق ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

اب اس سفر کا حال سنئے جو حضرت عمرؓ خلیفۃ المسلمین کی حیثیت سے شام کا کر رہے ہیں، یہ وہ فاروق اعظمؓ ہیں کہ اگر ان کا نام قریب کے ملکوں کے فرماں رواؤں اور فوجی افسروں کے سامنے لیا جاتا تو شاید ان کو رات کو نیند نہ آتی، وہ اس شان سے مدینہ سے چلے کہ اونٹ ان کی سواری میں تھا، اس پر ایک چادر پڑی ہوئی تھی، ایک چادر ان کے ساتھ تھی، وہی ان کا بچھونا تھا، گرمی لو وغیرہ سے بچنا ہو تو وہی منہ پر ڈال لیتے، ایک غلام ساتھ تھا، کبھی وہ آگے ہو جاتا تو لوگ سمجھتے کہ امیر المومنین یہی ہیں، اس شان سے آپ نے سفر کیا، بیت المقدس کے قریب راستہ میں ایک دریا پڑا، وہ دریا میں گھس گئے، کھل کھل کرتے ہوئے جا رہے تھے، قائد افواج اسلامی حضرت ابو عبیدہؓ سے رہا نہیں گیا، انھوں نے کہا کہ امیر المومنین! لوگوں کی نگاہیں آپ پر ہیں، اور وہ دیکھ رہے ہیں کہ خلیفۃ المسلمین کس شان سے آتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے اس پر فرمایا کہ ابو عبیدہ! یہ بات کوئی اور کہتا تو استعجاب نہ ہوتا، ہم دنیا میں سب سے ذلیل انسان تھے، اللہ نے اسلام کے ذریعہ ہم کو عزت بخشی، اب اگر ہم اسلام کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے عزت طلب کریں گے، تو اللہ ہمیں ذلیل کر دے گا۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہ اور ان کے ساتھیوں کے جسم پر اچھا لباس دیکھا اور شام اس وقت کی دنیا میں تہذیب اور دولت کے لحاظ سے نقطۂ عروج پر تھا، آپ نے فرمایا کہ اے ابو عبیدہ! تم لوگ اتنی جلدی بدل گئے، یہاں آ کر ایسا امیرانہ لباس پہنے ہوئے ہو، حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا کہ امیر المومنین اس کے نیچے ویسے ہی لباس ہے جو ہم پہنتے ہیں، یہ سرد ملک ہے اس لئے ہم اس کے اوپر پہنے ہوئے ہیں، الحمد للہ ہمارے اخلاق و عادات نہیں بدلے، یہ تھی حضرت عمرؓ کی شان اور یہ تھی صحابہ کرامؓ کی شان۔

حضرت عثمان غنیؓ اغنیائے صحابہ میں تھے، وہ مکہ معظمہ کے دولت مندوں میں بھی تھے اور مدینہ طیبہ کے دولت مندوں میں بھی، اونٹوں کا پورا پورا قافلہ انھوں نے جہاد کے لئے مہیا کر دیا ہے، اور بئر رومہ (مدینہ طیبہ کا مشہور کنواں) جس کے بیچنے والے یہودیوں نے بڑے دام لگائے تھے، تنہا انھوں نے خرید کر وقف کر دیا۔

ان کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ وہ گھر میں روکھا سوکھا کھا کرتے تھے، لیکن جب مہمان وفود آتے تو انھیں امیرانہ کھانا کھلاتے اور خود وہی روکھا سوکھا کھا کر گزارا کرتے، حاکم ہونے کی حالت میں بھی ان کے زہد و تقویٰ کا وہی حال تھا۔

حضرت علی مرتضیٰ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ نے ایک صاحب کو دوپہر کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی، وہ خوش ہوئے کہ آج امیر المومنین کے ساتھ کھانا کھانا ہوگا، آپ نے مٹی کی ایک ہانڈی طلب کی جو وہاں رکھی تھی، جب ان کے سامنے آئی تو اس پر مہر لگی تھی، جب آپ نے اس کی مہر توڑی تو اس میں صرف ستو تھا، آپ نے اس میں سے تھوڑا نکالا اس پر پانی ڈالا خود پیا اور مجھے بھی پلایا، مجھ سے رہا نہ گیا، میں نے کہا امیر المومنین! آپ عراق میں رہ کر یہ کھاتے ہیں، یہاں کے عوام کا کھانا بھی اس سے کہیں بہتر ہوتا ہے، فرمایا واللہ میں اسکو مہر بند بخل کی وجہ سے نہیں رکھتا، بات یہ ہے کہ میں اسی قدر خریدتا ہوں جتنی ضرورت ہو، اور ڈرتا ہوں کہ یہ اگر

ختم ہو جائے، تو دوسرے مال سے ستو بنا دیا جائے، اس لئے اس کی اتنی حفاظت کرتا ہوں، میں پسند نہیں کرتا کہ میرے پیٹ میں سوائے حلال اور پاک چیز کے کچھ جائے۔

یہ چار مثالیں میں نے آپ کے سامنے پیش کیں، یہ تھیں خلفا کی مثالیں (جو بظاہر خلافت کی خصوصیات اور آداب کے ساتھ ایک بڑی مملکت کے حاکم و فرمانروا بھی تھے)۔ اب میں دو واقعے دو صحابیوں کے ایثار و اطاعت و بے نفسی کے پیش کرتا ہوں جو محکوم کے ساتھ بجائے خود قائد و صاحب اقتدار بھی تھے۔

آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں آدمی سب کچھ برداشت کر لیتا ہے، لیکن جس سے اس کی ہیٹی ہوتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اس سے میری توہین ہوئی، وہ نہیں برداشت کر سکتا، بڑے زاہدوں اور بڑے بڑے درویشوں کے لئے بھی یہ ایک بڑا مجاہدہ ہے، اب آپ یہ دو واقعے سنئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کی شان کیا تھی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سیف اللہ (خدا کی تلوار) کا لقب دیا تھا، حالت یہ تھی کہ جس مہم پر حضرت خالد بن ولید ہوں اور جس لشکر کی قیادت وہ کریں، بس گویا اس کی تقدیر میں فتح لکھی ہوئی ہے، فاتح ان کے نام کا مرادف بن گیا تھا، اور گویا وہ دونوں لازم و ملزوم تھے۔

شام میں یرموک کی جنگ ہونے والی ہے، شام کی جنگوں میں بلکہ اسلام کی ابتدائی تاریخ میں ایسی جنگ نہیں ہوئی، حضرت خالد سپہ سالار اعظم (کمانڈر انچیف) ہیں، سب کو اطمینان، عین اس وقت جب اسلامی فوجیں ان کی طرف جانے والی تھیں اور معرکہ ہونے والا تھا، عین اس وقت مدینہ طیبہ سے قاصد آتا ہے، اور کہتا ہے کہ امیر المومنین کا خط لایا ہوں، خط میں یہ تھا کہ ہم نے خالد کو معزول کیا، اور ابو عبیدہ کو سپہ سالار بنایا، اب آپ بتائیے کہ کیا دنیا میں اس کی مثال ملنی آسان ہے؟ کہ اس موقع پر وہ شخص جسنے درجنوں معرکے سر کیے، اور ہر موقع پر فتح اسی کے حصہ میں آئی، اور جس کی دشمنوں پر دھاک بیٹھی ہوئی تھی، وہ اس میں توہین محسوس نہ کرے، اور اس فیصلہ کے آگے سر تسلیم خم کر دے لیکن ان کی پیشانی پر شکن بھی نہیں آئی لوگ عالم حیرت میں تھے انھوں نے پوچھا کیا آپ اب بھی جنگ میں حصہ لیں گے، اور اسی جوش و عزم و اطمینان کے ساتھ کام کریں گے؟ حضرت خالد نے فرمایا کہ اگر میں عمرؓ کے لئے لڑتا تھا تو اب نہیں لڑوں گا، اور اگر اللہ کے لئے لڑتا تھا جہاد فی سبیل اللہ کرتا تھا تو اب بھی راہ خدا میں اسی طرح لڑوں گا، چنانچہ انھوں نے دکھا دیا کہ وہ اللہ کے لئے لڑتے تھے، وہ اسی جوش و خروش کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لیتے تھے، اور اسی حالت میں دنیا سے گئے۔

اب دوسرا واقعہ حضرت عمرو بن العاصؓ کا سن لیجئے، وہ مصر کے فاتح بھی تھے اور وہاں کے گورنر اور نائب السلطنت اور منتظم اعلیٰ بھی، ہزار سادگی اور قناعت ہو حاکم کا بہر حال ایک رعب اور فرق ہوتا ہے اور استثناءات بھی، ایک مرتبہ گھوڑ دوڑ (ریس) ہو رہی تھی اس میں ان کے بیٹے بھی شریک تھے، وہ عربی گھوڑے پر سوار تھے، ایک مصری قبطی بھی گھوڑا دوڑا رہا تھا، اس کا گھوڑا آگے نکلا جا رہا تھا، حضرت عمرو بن العاص کے بیٹے نے کوڑا اٹھایا اور اسے مارا اور کہا: خذها من ابن الاکرمین، (لے شریف زادہ کے ہاتھ سے کوڑا کھا) جب اسے کوڑا پڑا تو حضرت عمرو بن العاص کے بیٹے کا گھوڑا آگے ہو گیا، اس قبطی نے حضرت عمرؓ سے شکایت کر دی انھوں نے حضرت عمرو بن العاص کو بھی بلایا اور ان کے بیٹے کو بھی طلب کیا اور اس قبطی کو بھی بلایا، قبطی سے کہا کہ کوڑا لو اور ابن الاکرمین (شریف زادہ) کے سر پر برساؤ اور اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص سے کہا "متى استعبدتم الناس وقد ولدتهم امهاتهم احرارا؟" (تم نے کب سے ان اللہ کے بندوں کو غلام بنا لیا جب کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے تھے) وہ قبطی مسلمان بھی نہ تھا، عیسائی تھا، یہ تھا عدل فاروقی اور یہ تھا فاتح و حاکم مصر (حضرت عمرو بن العاص) کا ایثار، بے نفسی، اور قربانی، انھوں نے نہ استعفیٰ دیا نہ یہ کہا کہ اب میں مصر کیا منہ لے کر جاؤں گا، جب کہ میرے بیٹے کے مقابلے میں ایک قبطی کو ترجیح دی گئی؟

اب میں آپ کو ایک دوسری خصوصیت اور تاریخی نکتہ کی طرف توجہ دلاؤں گا وہ یہ کہ ایک بڑی سخت آزمائش یہ تھی کہ ان صحرا نشین، جفاکش و فاقہ مست عربوں کے ایک طرف رومی تہذیب تھی تو دوسری طرف ایرانی تہذیب تھی آپ تاریخ کی کتابوں میں پڑھیں کہ رومیوں کی تہذیب کہاں تک پہنچ گئی تھی اور ایرانیوں کی تہذیب بلندی کے کس نکتہ کو چھو رہی تھی، جہاں تک ایران کا تعلق ہے اس کا اندازہ صرف ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ جب اسلامی فتوحات کے نتیجہ میں ایران کا آخری تاجدار یزدگرد اپنے دار الحکومت مدائن سے فرار ہوا تو اس حالت میں بھی اس کے ساتھ ایک ہزار باورچی، ایک ہزار مغنی، ایک ہزار چیتوں کے منتظم، اور ایک ہزار شکروں کی دیکھ بھال کرنے والے، اور خدم و حشم اور مصاحبین کی ایک بڑی تعداد تھی، اتنے بڑے لاؤ لشکر کے باوجود بھی وہ اس تعداد کو کم اور خود کو ایک معمولی اور حقیر پناہ گزیں سمجھتا تھا۔

یہ تو سربراہ حکومت کا حال تھا، زندگی کا معیار اتنا بلند ہو گیا تھا کہ امرا میں سے کسی کا ایک لاکھ درہم سے کم کا ٹیکا باندھنا اور تاج پہننا سخت معیوب تھا، اگر کسی کے پاس عالی شان محل، فوارہ، حمام، باغات، خوش خوراک اور شکاری جانور، کھانے میں تکلفات اور لباس و پوشاک میں تجمل نہ ہوتا تو ہم چشموں میں اس کی کوئی عزت نہ ہوتی۔

ان دونوں تہذیبوں سے نہ صرف گھرے ہوئے اور ان کے قصے سنے ہوئے اور ان کے آثار دیکھے ہوئے ہی نہیں بلکہ ان کے ممالک و وسائل پر قابض اور متصرف ہونے کے باوجود صحابہ کرامؓ، فاتحین اسلام اور ان صحرا نشین عربوں کی جفاکشی، سادگی ان کے اتباع سنت کے ذوق اور ان کی اسلامی عربی تہذیب کی خصوصیات میں فرق نہیں آیا، نہ ان میں عیش و تجمل، آرائش و زیب و زینت کا ذوق، اور تعیش پیدا ہونے پایا، نہ رومیوں، ایرانیوں کے معاشرہ کی آزادی و بے حیائی اور طبقۂ نسواں میں بے پردگی، رومی و ایرانی تہذیب کی نقالی، فرمائشوں کی کثرت، اسراف کی عادت اور شادیوں اور تقریبات میں اظہار شان و شوکت کے مناظر دیکھنے میں آئے، مسلمانوں کو صرف دینی و سیاسی تاریخ پڑھنے ہی سے نہیں، ان کی ادبی و تمدنی کتابوں کے مطالعہ سے بھی یہ حقائق و شواہد نہیں ملتے، اگر کہیں کم دور صحابہؓ اور عہد خلافت راشدہ میں مفتوح رومی و ایرانی تہذیب نے تمدنی طور پر فاتح کا کردار ادا کیا ہو، اور وہی معیار عزت و شرافت بن گئی ہو، اس کی ایک چھوٹی سی مثال اس وقت ذہن میں آئی ہے، حضرت سلمان فارسیؓ جو ایرانی النسل تھے جب وہ عراق کے گورنر بنا کے بھیجے گئے، تو ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ان کے ہاتھ میں کھانا کی کوئی چیز تھی وہ ہاتھ سے گر گئی، خیال کیجئے وہ گورنر ہیں، ایرانی النسل ہیں اور لوگ ان کے گرد و پیش ہیں، انھوں نے اس چیز کو اٹھایا، جھاڑا اور منہ میں رکھ لیا، ایک شخص نے (جو غالباً ایرانی ہوگا) کہا عالیجاہ! آپ نے ایسی بات کی ہے جو آپ کے شایان شان نہ تھی، حضرت سلمانؓ نے اس کے جواب میں جو فرمایا اور جو لفظ نقل کیا گیا ہے اس سے ان کا ذہن، کردار اور طریقۂ فکر معلوم ہوتا ہے، انھوں نے فرمایا:

أأترك سنة حبيبي لهذا الأحمق؟

(کیا میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو تجھ جیسے احمق کی خاطر چھوڑ دوں؟)۔

یہ تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معیار کہ انھوں نے اسلام کو صرف عقائد کے دائرہ ہی میں محدود نہیں سمجھا بلکہ تہذیب و معاشرت کا سانچہ بنانے والا، معاملات و تعلقات کے حدود متعین کرنے والا، زندگی گذارنے کا طریقہ طے کرنے والا بھی سمجھا، وہ ان کا مزاج بن گیا، سیرت بدل گئی، اسلام کے آنے کے بعد جاہلیت عربیہ کے اثر و نفوذ سے نکلے، پھر رومی و ایرانی تہذیب اور ان ترقی یافتہ جاہلیتوں کا بھی کوئی اثر اپنے اوپر پڑنے نہیں دیا۔

ایک ہم آپ ہیں، ہم ہندوستان میں آئے اور یہاں کے باشندوں نے بھی اسلام قبول کیا، کسی نے ہم پر دباؤ نہیں ڈالا، ہم بڑی تعداد میں بھی تھے اور یہاں ہم نے آٹھ سو برس تک حکومت بھی کی، لیکن ہم نے ہم وطن و ہمسایہ قوموں کی تہذیب کو کس درجہ میں قبول کر لیا ہے، یہ شادیوں اور باراتوں کی شان و شوکت اور دھوم دھام کہاں سے آئی ہے؟ جہیز کے بڑے بڑے مطالبے کہاں سے آئے، ہماری زندگی میں (اور خاص طور پر) کھاتے پیتے اور ترقی یافتہ معاشرہ میں وہ پہلی سی سادگی کہاں ہے، حدود شرعیہ کی کہاں تک حفاظت ہوتی ہے، حلال و حرام کا کتنا فرق ملحوظ ہے، نمود و فرمائش سے (چاہے اس میں منکرات شرعیہ کا ارتکاب کیا جائے) کتنا گریز اور اجتناب ہے؟

ایک طرف ہماری تقریبات کا یہ حال ہے کہ دور دور کے شہروں اور بعض اوقات ملک سے باہر تک دعوت نامے بھیجے جاتے ہیں، اور ان دعوت ناموں پر بھی سیکڑوں روپے صرف ہوتے ہیں، دوسری طرف صحابہ کرامؓ کی سادگی اور طرز زندگی کا (خاص طور پر ایسی مسرت کی تقریبات میں) ایک ہی نمونہ سن لیجئے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ مدینہ طیبہ میں جہاں وہ قریبی زمانہ میں مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے آئے تھے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے دیکھا کہ ان کے کپڑوں پر خوشبو کا نشان ہے، آپ نے فرمایا عبدالرحمنؓ

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س: بلا عذر نفل حج خود نہ کرے، دوسرے سے کرائے تو یہ حج ہوگا یا نہیں؟

ج: نفل حج کے لئے عذر شرط نہیں ہے، لہٰذا بلا عذر بھی حج دوسرے سے کرا سکتا ہے۔

س: دسویں محرم کا روزہ رکھے، مگر ساتھ ساتھ نویں کا روزہ نہ رکھے تو کوئی حرج ہے؟

ج: دسویں محرم کے ساتھ نویں محرم کا بھی روزہ رکھنا چاہئے، نویں کا روزہ نہ رکھ سکے تو گیارہویں کا رکھ لے۔

س: مسافر نے دو رکعت ظہر کی جگہ چار ادا کر لی تو کیا حکم ہے؟

ج: عمداً چار رکعت پڑھنے والا گنہگار ہوگا اور نماز کا اعادہ ضروری ہے، اگرچہ سجدہ سہو بھی کر لیا ہو، اس لئے کہ عمداً کی صورت میں سجدۂ سہو کافی نہیں ہوتا ہے اور اگر بھول کر چار رکعت پڑھی ہیں تو سجدۂ سہو کرنے سے دو رکعت نفل ہونگی بشرطیکہ دو رکعت کے بعد قعدہ کیا ہو ورنہ فرض باطل ہو جائے گا اور چار رکعت نفل ہونگی، اس صورت میں سجدۂ سہو بھی کرے۔

س: بہت سے لوگ ماہ محرم میں شادی کرنا یا اور کوئی خوشی کا کام کرنا نامبارک سمجھتے ہیں، کیا یہ شرعاً درست ہے۔

ج: ماہ مبارک میں شادی وغیرہ کو نامبارک سمجھنا سخت گناہ ہے، اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے، اسلام نے جن چیزوں کو جائز قرار دیا ہو ان کو اعتقاداً یا عملاً صحیح نہ سمجھنا درست نہیں ہے۔

س: ایک مسلمان نے اپنی دکان ہندو کو فروخت کر دی، وہ اس میں شراب فروخت کرنے لگا تو کیا بیچنے والا مسلمان گنہگار ہوگا؟

ج: مسلمان نے دکان شراب فروشی کے لئے نہیں دی تھی، شراب کا کام کرنا ہندو کا فعل ہے، مسلمان کا اس میں دخل نہیں ہے، لہٰذا وہ گنہگار نہ ہوگا۔

س: ایک شخص امام کے ساتھ اس وقت شریک ہوا جبکہ امام ایک طرف سلام پھیر چکا تھا۔ تو کیا اس شخص کو جماعت مل گئی؟

ج: مذکورہ صورت میں امام کے ساتھ شریک نہیں ہوا، لہٰذا اسے جماعت نہیں ملی۔ اب ایسا شخص از سر نو تحریمہ کہہ کر اپنی نماز پوری کرے۔ پہلا تحریمہ باطل ہو گیا۔

س: ایک مولوی صاحب نے ایک جاہل شخص سے یہ الفاظ کہلوائے "طَلَّقْتُ اِمْرَأتی ثلاثاً" یہ شخص ان الفاظ کے معانی اور مفہوم کو نہیں جانتا ہے تو اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

ج: قضاءً طلاق واقع ہو جائیگی۔

س: ایک شخص نے دوسرے کی عدت میں نکاح کیا پھر اس عورت کو تین طلاقیں دے دیں تو اب اس عورت سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

ج: پہلا نکاح فاسد تھا، لہٰذا طلاقیں واقع نہیں ہوئیں اس لئے اس عورت سے دوبارہ نکاح درست ہے۔

س: نابالغ کی دی ہوئی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

ج: نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

نورانی تیل®

درد۔ زخم۔ چوٹ کی بہترین دوا

لیبل پر ڈرگ لائسنس نمبر U-18/77 اور کیپ سول پر ⊖ مارکہ ضرور دیکھیں انڈین کیمیکل کمپنی کی کہیں کوئی برانچ نہیں ہے دھوکہ نہ کھائیں۔ مئو کا بنا اصلی نورانی تیل مئو کا پتہ دیکھ کر خریدیں۔

INDIAN CHEMICAL MAU, N.B. 275101

خیریت ہے؟ آج یہ نشان کیسا ہے؟ انہوں نے بلا کسی معذرت اور شرمندگی کے کہا، یا رسول اللہ! میں نے آج نکاح کیا ہے، اس موقع پر یہ خوشبو لگائی، آپ نے ایک لفظ بھی شکایت اور گلہ کا نہیں فرمایا، کہ عبد الرحمٰن اتنی جلدی تم مدینہ میں آکر ہم کو بھول گئے اور تم نے تعلقات کا لحاظ نہیں کیا، ہمیں نہ خبر کی نہ بلایا، فرمایا تو اتنا فرمایا، کہ ولیمہ ضرور کرنا چاہے ایک ہی بکری کا ہو، ایک ہمارے یہاں کی تقریبات ہیں کہ سارے شہر میں دھوم مچ جاتی ہے اور محلہ میں تو بھونچال آجاتا ہے، ایسے واقعات ہمارے علم میں ہیں کہ ایک ایک شادی میں پچاس پچاس لاکھ روپے صرف ہوئے، ہزاروں سیکڑوں کا تو پوچھنا ہی نہیں۔

میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب سننے کی بڑی ذمہ داری ہے، کل قیامت کے دن آپ سے پوچھا جا سکتا ہے کہ تم نے ان واقعات سے کیا سبق لیا، صحابہ کرامؓ کی زندگی تو ایسی بدل گئی تھی کہ جاہلیت کا کوئی نشان باقی نہیں رہا تھا، اسلام اور جاہلیت میں کیا فرق ہے؟ اور ان کا کیا مفہوم ہے؟ اسلام ہے "خدا چاہی زندگی" جاہلیت ہے "من مانی زندگی" اب ان دونوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہے اور اس آیت کا جو میں نے شروع میں پڑھی یہی مفہوم اور تقاضا ہے کہ اسلام کو اپنے پورے شعبوں، گوشوں اور دائروں کے ساتھ قبول کیا جائے، اور اس کی تعلیمات پر پورے طور پر کاربند ہوا جائے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ۔

اے ایمان والو! اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

لبقیہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

سید صاحب کی جماعت کی خصوصیات

آپ کے فیض صحبت سے ایسی جماعت تیار

ہوئی جس کا نمونہ ان آخری صدیوں میں ملنا مشکل ہے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نے اس جماعت کی خصوصیات و جامعیت پر یوں روشنی ڈالی ہے۔

"سید صاحب نے جو مبارک جماعت تیار کی اس کی خصوصیات میں سب سے نمایاں اور لائق ذکر بات اس کی جامعیت ہے اسمیں جہاد اصغر (تزکیہ نفس) اور جہاد اکبر (جہاد و قتال) بھی، خدا سے محبت بھی، خدا کا خوف بھی، خدا کے لئے محبت بھی، خدا کے لئے نفرت بھی، زہد و عبادت بھی اور دینی حمیت اور اسلامی غیرت بھی، تلوار بھی اور قرآن بھی، عقل بھی اور جذبات بھی، گوشہ مسجد میں تسبیح و مناجات بھی اور گھوڑے کی پیٹھ پر تسبیح مسلسل بھی۔۔۔ یہ ایک صاحب یقین اور مجاہد نسل کی بہترین تصویر ہے اور اخلاص للہیت کا وہ صحیح معیار اور دلکش نمونہ ہے، جو ہر زمانہ میں مطلوب اور شریعت کا مقصود ہے (جب ایمان کی بہار آئی)

(باقی آئندہ)

لکھنؤ کے معروف عطریات

شمامۃ العنبر، زعفرانی حنا، مجموعہ وغیرہ

طلب فرمائیں

کارخانہ محمد سلیمان محمد یوسف

یوسف بلڈنگ ۱۰۔ امین الدولہ پارک روڈ لکھنؤ

ضروری اعلان

بمبئی کے قارئین سے درخواست ہے کہ حافظ فضل الرحمٰن نے توسیع تعمیر حیات کے لئے شہر بمبئی میں کام کیا تھا مگر تعمیر حیات کی رسیدیں کہیں غائب ہو گئی ہیں اگر تعمیر حیات کی رسید کسی کو ملے تو روانہ کرنے کی کوشش کریں۔

اسی طرح سے جن حضرات نے اس سال رمضان ۱۴۱۲ھ میں مولوی فضل الرحمٰن صاحب کو تعمیر حیات کی رقم دی ہو وہ دفتر تعمیر حیات کو مطلع کرنے کی زحمت کریں اور اپنا پورا پتہ بھی لکھیں۔

مسلم معاشرہ اور مغربی فکر و ثقافت

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صدر شعبۂ ادب عربی ندوۃ العلماء

ترجمہ: محمد فہیم اختر ندوی

موجودہ دور میں مسلمان دو مختلف مرکزوں سے فکری و ثقافتی علوم حاصل کر رہے ہیں، ایک مرکز اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور گذشتہ علماء کی تحقیقات و افکار کا ہے، دوسرا مرکز مغربی مصنفین کی تحقیقات کا ہے۔

پہلا مرکز مسلمانوں کا ایک عظیم مرکز فکر و ثقافت ہے، جو بیش قیمت بھی ہے اور بھرپور بھی، جو غیروں کے علوم پر اس خصوصیت کی وجہ سے فوقیت رکھتا ہے کہ وہ زندگی کے تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے، یہ مرکز اپنے اندر خالص اسلامیت رکھتا ہے، کیونکہ علماء اسلام نے اس کی تشکیل نہایت اعلیٰ طرز و اسلوب پر اس طرح کی کہ ان کا سرچشمہ صرف قرآن اور حدیث تھے، ان دونوں سرچشموں نے اپنی جامع اور متنوع تعلیمات کے ذریعہ پوری انسانی زندگی کا احاطہ کر لیا ہے، قرآن کریم کی مختلف سورتوں مثلاً اسراء، لقمان، نور، حجرات وغیرہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ پوری وضاحت کے ساتھ انسانی زندگی کے اخلاقی گوشوں اور انفرادی و اجتماعی سلوک و کردار نیز آداب انسانی کی تشریح ملتی ہے، مسلمانوں کو کائنات کی پیدائش اور اس میں بکھرے جلوہ نمائے قدرت پر غور و تدبر کی دعوت دی گئی ہے، احادیث میں بہت سے انفرادی و اجتماعی پہلوؤں کی وضاحت کی گئی ہے، اور انسان کے لئے خدا کی پیدا کی ہوئی اشیاء کی جانب توجہ مبذول کرائی گئی ہے، صحیح احادیث کی کتابوں کے مختلف ابواب میں عام انسانی زندگی کے اچھے اور برے کردار کے متعلق کافی معلومات ملتی ہیں، رسول کریم علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے محنت کرکے طلب معاش کی ترغیب دی، تابیر نخل (کھجور کو کھجور سے برائے افزائش ملانا) کے سلسلے میں آپ نے فرمایا: اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاَمْرِ دُنْیَاکُمْ (یہ تمہاری دنیا سے متعلق معاملات ہیں) آپ نے علم حاصل کرنے کا حکم دیا، مختلف آداب زندگی کی وضاحت فرمائی، آپ کی ہدایات و تعلیمات زندگی کے مختلف گوشوں پر اس طرح محیط تھیں کہ ایک مشرک تعجب کے ساتھ کہنے لگا:

"یہ رسول تو پاخانہ، پیشاب کے طریقے، انسانوں کے باہمی تعلقات اور پڑوسی پڑوسی کے تعلقات وغیرہ جیسی معمولی چیزوں کی بھی تعلیم دیتے ہیں۔"

ان سب کے نتیجہ میں انسانی علوم و معارف کا ایک عظیم الشان سرمایہ وجود میں آگیا، بعد کے علماء نے اس سرمایہ سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اسے اور بھی مالا مال کیا، قرآن و حدیث کے سرچشموں سے تیار ہونے والا یہ سرمایہ گذشتہ صدیوں میں مسلمانوں کی بیش قیمت دولت تھی، اس میں زندگی کے مختلف پہلوؤں کی نمائندگی تھی، یہ سرمایہ دو خوبیوں کا جامع تھا، ایک یہ حیات انسانی کے مختلف گوشوں پر حاوی تھا، دوسرے اس پر اسلامیت کی چھاپ تھی، اسی لئے ہمیں نے مسلمانوں کے تصورات ان کی سیرت اور ثقافت میں قدیم اسلاف بلکہ انبیاء سابقین کے پیروکاروں کے تصورات کی ملاوٹ ملتی ہے، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ دونوں طبقوں کے مابین مختلف دوریوں کے باوجود بڑا قرب ہوا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر گذشتہ امتوں کے واقعات ذکر فرمائے، اور ان کی زندگی کے اچھے اور برے دونوں پہلوؤں کو پیش کیا ہے، اس میں مسلمانوں کے لئے تعلیم تھی کہ وہ اچھے پہلوؤں کو اختیار کریں اور برے پہلوؤں سے گریز کریں، قوم عاد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ وہ عالیشان عمارتیں تعمیر کرتے تھے اور اپنی قوت و سطوت کی دھاک دوسروں پر بٹھائے رکھتے تھے، قوم ثمود کے تذکرہ میں فرمایا گیا کہ وہ پہاڑوں سے نادر نمونے تراشتے تھے، غرور و تکبر ان کے سر چڑھا ہوا تھا، زمین میں شر و فساد مچا رکھا تھا، دوسری اقوام کے بھی مختلف احوال کا تذکرہ ہوا، اس بند کا تذکرہ ہوا جسے قوم سبا نے بنایا تھا، جس کے دونوں جانب دو باغ تھے، عمدہ شہر تھا اور خدا کی عنایت ان پر تھی، لیکن جب ان کی سیرت بگڑ گئی تو ان کی شان و شوکت بھی جاتی رہی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے خیر اور شر کی مثالیں ذکر فرمائیں، خیر کی ترغیب دی، بعد والوں کو اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کا حکم دیا، اور متقدمین و متاخرین دونوں کو ایک امت قرار دیا، فرمایا:

"اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ۔"

(انبیاء ۹۲)

یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں تو میری ہی عبادت کرو۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔

(آل عمران ۹۵)

کہہ دو کہ خدا نے سچ فرما دیا پس دین ابراہیمؑ کی پیروی کرو جو سب سے بے تعلق ہو کر ایک (خدا) کے ہو رہے تھے، اور مشرکوں سے نہ تھے۔

مسلمانوں نے اپنے اس سرمایہ سے برابر فائدہ اٹھایا، اس میں اور وسعت دی اور اس کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا، یہ سب تاریخ کے اس دور میں انجام دیا جس دور میں یورپ زندگی کی تاریکیوں میں بھٹک رہا تھا، یہ ان کا "Dark Age" تھا، وہ جب اسپین پہنچے اور مسلمانوں کے علوم سے آشنا ہوئے تب ان کی آنکھیں کھلیں، وہاں انھوں نے انسانی علوم و معارف پر مشتمل مسلمانوں کا عظیم الشان سرمایہ دیکھا، پھر انھوں نے مسلمانوں کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، اسپین کے تعلیمی مدارس اور تربیتی مراکز سے وابستہ ہوئے اور پوری محنت و جستجو کے ساتھ مسلمانوں سے استفادہ کیا، ان کی بہت سی معلومات اپنی کتابوں میں منتقل کی، یہ معلومات اخلاقیات، ثقافت، سماجیات، تاریخ اور جغرافیہ کے موضوعات پر تھیں، فن ملاحت میں ابن ماجد کا شہرہ تھا، بیرونی مختلف اور مفید ثقافتی و سماجی موضوعات پر علمی قافلہ کا سالار تھا، ابن خلدون نے اپنے "مقدمہ" میں انسانی، ادبی اور ثقافتی علوم پر انمٹ نقوش چھوڑے، یہ سب اس بات کی واضح دلیل تھے کہ انسانی علوم میں مسلمانوں کو غیروں پر امتیاز حاصل تھا، ان موضوعات پر مسلمانوں کے کارناموں سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی۔

لیکن پھر حالات نے دوسری کروٹ لی، مسلمانوں نے اپنی تحقیق و جستجو کا سفر روک دیا، اسلاف کے کارناموں پر قناعت کر لی، اور اپنے سرمایہ کو آگے نہیں بڑھایا، دوسری جانب یورپین اقوام میدان عمل میں اتر آئی، تحقیق و تلاش کی انتہا کر دی اور مختلف میدانوں کو اپنے عزم و ہمت کی جولانگاہ بنایا، نتیجہ ظاہر تھا، رفتہ رفتہ ترقی نے ان کے قدم چومے، نئے نئے علوم کا انکشاف ہوا اور سرمایہ و قوت اور سامان زندگی کی فراوانی میں انھیں زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔

لیکن یورپین اقوام نصرانی تھیں، ان کے مذہبی اعتقادات، مخصوص خیالات اور اسلام دشمن تصورات نے انھیں اس بات پر آمادہ کیا کہ مسلمانوں سے حاصل کئے ہوئے ان علوم پر وہ نصرانیت کی چھاپ لگا لیں، پھر یورپ کے حالات نے قدیم مذہبی اعتقادات کے خلاف زبردست بغاوتیں پیدا کیں جن کے نتیجہ میں ایک ہمہ گیر تبدیلی وہاں کی زندگی میں آگئی، دینی پابندیوں کی جگہ کھلی آزادی اور الحاد نے لی، قدیم تصورات کی جگہ نئے تصورات ابھرے، اور یورپ جو مسلمانوں کا گراں بار احسان تھا مسلمانوں کا دشمن ہو گیا۔

یورپین زندگی کے اس خاص صفت اور اس کی اسلام دشمن نفسیات نے اس کے طریقہ زندگی اور علوم انسانی کے نہج کو مسلمانوں کے نہج سے الگ جدا بنا دیا، یورپ کی اباحیت پرستی اور الحادی زندگی کا مسلمانوں کی زندگی سے کوئی جوڑ نہیں رہ گیا۔

یورپ کے سائنس دانوں نے اپنا سفر جستجو و تحقیق جاری رکھا، انسانی اور کائناتی علوم میں نئے نئے آفاق دریافت کئے، لیکن ان علوم و معارف کی روح انھیں حالات کی پیداوار تھی جن سے یورپ مدت سے گذر رہا تھا، یہ حالات، نصرانیت، الحاد، اباحیت، قومی اور نسلی غرور اور استعماری عقلانیت کے خمیر سے تیار ہوئے تھے۔

یورپ کے مفکرین اور فلاسفہ نے اپنے علوم میں ایسے انوکھے نظریات اپنائے جو مسلمانوں کے دین و مذہب سے متعارض تھے، ان نظریات نے ان کے اسلوب فکر اور ان کے نظم زندگی پر گہرا اثر ڈالا اور ان سے انسانی اخلاق کا لبادہ اتار کر جانوروں کے صفات اور پیمانہ اخلاق تک انھیں پہنچا دیا۔

یورپ کے اہم مفکرین میں "ڈارون" ہوا جس نے انسان کو بندر کی صف میں لا کھڑا کیا اور دونوں کو ایک ہی خاندان کے

افراد قرار دیا، اس طرح اس کی نظر میں نوع انسانی نوع بہیمی سے جاملی، ایک مفکر۔ پھر مارکس "اقتصادی فکر" لے کر اٹھا، اس کا فلسفہ "ہیگل" کے فلسفہ پر مبنی تھا، مارکس نے سیاسی اور اقتصادی دونوں میدانوں میں اپنی مادی اور ملحدانہ فکر پھیلانے پر پوری کوشش صرف کردی، اور اسے بڑی حد تک کامیابی بھی ملی، یورپ کے ان علاقوں میں جو اس انقلاب سے متاثر ہوئے، مارکس کے نظریہ نے انسانی علوم پر اثر ڈالا اور یوروپین عقلیت نے اس رنگ کو قبول کیا۔

پھر متعدد نظریات اور افکار سامنے آتے رہے، جنھوں نے لوگوں کے ذہن و دل کو متاثر کیا، سیرت و کردار میں "وجودی" اور "ابیقوری" نظریہ، سیاست میں "میکافیلی" نظریہ وغیرہ ظاہر ہوئے، سب نے لوگوں کے رجحانات اور طبیعتوں پر اثر ڈالا، یورپ اور اس کے تابع علاقوں میں رائج انسانی گوشوں کو بھی متاثر کیا۔

انھیں افکار سے متاثر انسانی علوم وجود میں آئے، انھیں کی چھاپ لئے نئی تہذیبیں ظاہر ہوئیں، اور زندگی کا نیا فلسفہ وجود میں آیا، یہ فلسفۂ زندگی قدیم فلسفۂ زندگی سے مختلف تھا، مسلمانوں کے عقلی، علمی، ثقافتی، اور دینی سرمایہ سے مختلف تھا، وہ ان اخلاقی قدروں سے عاری تھا جنھیں قرآن کریم اور حدیث نبوی نے اسلامی زندگی میں بکھیر رکھا ہے، جس کی بنیاد توحید، اللہ و رسول کی اطاعت اور انسانی آداب کی محبت پر تھی، جو حرکت و نمو، عمل و نشاط اور وحدت سے آراستہ تھی۔

اسلامی معاشرے اسلام کی تعلیمات کے سایہ میں تشکیل پاتے ہیں، وہاں انسانیت ہے، قدریں ہیں، حیوانی آزادی نہیں ہے، اسلام نے زندگی کے تمام گوشوں پر اپنی نگرانی رکھی ہے، وہ پورے انسانی علوم کو الہی رنگ میں رنگتا ہے، "وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً" (کہو ہم نے خدا کا رنگ اختیار کرلیا ہے اور خدا سے بہتر رنگ کس کا ہو سکتا ہے)

مغربی علوم انسانی اسلامی علوم انسانی سے بے حد مختلف ہیں، مغرب میں سیاست ادب اور سماجی علوم پر روسو، مارکس، فوئٹر اور سارتر وغیرہ کے افکار چھائے ہوئے ہیں، علم اقتصادیات پر یہودی فکر، مادی ملحدانہ فکر اور مارکسی اشتراکی فکر کا غلبہ ہے، ملک و وطن سے منسلک علوم میں استعماری خیالات کارفرما ہیں، جن میں امپریل ازم، کمیونزم، نسلی اور وطنی خیالات ہیں، یہی حال دوسرے انسانی علوم کا ہے، ان سب پر انتہا پسندانہ یورپی فکر کی چھاپ ہے، یہ صحیح ہے کہ یوروپین معاشرہ پر ایک دور مسیحی رہبانیت کا گذرا ہے جس میں ترک دنیا تھی لیکن پھر دوسرا دور مذہب کے خلاف بغاوت اور یورپ کے ظالمانہ امپریل ازم اور ارستقراطیت کے خلاف بغاوت کا گذرا ہے، ان دونوں کا ردعمل بھی سامنے آگیا، ارستقراطیت کے ردعمل میں غریبوں کی طرف سے مالداروں سے انتقام کا جذبہ سامنے آیا، ان سب نے یوروپین عقلیت پر اثر ڈالا، اور اس کے نتیجہ میں انسانی علوم پر اثر پڑا۔

اس کے برعکس مسلمان یا غیر یوروپین قومیں ان حالات سے نہیں گذریں جن سے یورپ کو اپنی آخری صدیوں میں گذرنا پڑا، اس لئے ان لوگوں کو ہرگز اس بات کی ضرورت نہیں تھی کہ انسانی علوم کے میدان میں علمائے یورپ کی عقلیت کو اپنا نمونہ بنائیں۔

مسلمانوں پر خدائے عزوجل کا فضل تھا کہ خدا نے انھیں یوروپین مساوات کے بدلہ اسلامی مساوات دیا، خود غرضانہ جمہوریت کے بدلہ انسانی اخوت اور انسانی جذبۂ ہمدردی عطا فرمایا، بہیمانہ آزادی کے بدلہ ایسی آزادی عطا فرمائی جس میں اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی پابندی تھی، پھر مسلمان ان سخت تجربوں سے نہیں گذرے جن سے یورپ اپنی غلط کاریوں کے باعث اپنی طویل تاریخ میں گذرا، ایسے میں مسلمانوں کے لئے کیونکر یہ بات معقول ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے کو اہل یورپ کے حالات میں رکھ کر دیکھیں، ان کے امراض کو اپنے امراض تصور کریں اور پھر ان کے اختیار کردہ فاسد طریقۂ علاج کو اپنے لئے بھی موزوں سمجھیں۔ (باقی آئندہ)

مدرسہ رحمانیہ بندلو کا سالانہ جلسہ

اعلان

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ملحقہ مدارس میں مدرسہ رحمانیہ بندلو بہار کے ملحقہ مدارس میں برابر ترقی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اور کارکنان مدرسہ خلوص و تندہی کے ساتھ کام میں لگے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو نظر بد سے بچائے اور خلوص دل کے ساتھ کام میں لگے رہنے کی توفیق سے نوازے۔

مدرسہ کا سالانہ جلسہ گذشتہ ۱۳ جون کو جناب مولانا سید نظام الدین صاحب مدظلہ العالی جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں ندوۃ العلماء کے اساتذۂ کرام جناب مولانا شفیق الرحمان صاحب ندوی جناب مولانا سید سلمان صاحب حسینی، جناب مولانا محمد رضوان صاحب ندوی اور مولانا آفتاب عالم ندوی نے مدرسہ کی دعوت پر شرکت فرمائی اور مستفید فرمایا۔ جلسہ میں قرب و جوار کے گاؤں، قصبوں اور شہروں سے بڑی تعداد میں ائمہ مساجد و ذمہ داران مدارس و مکاتب نے شرکت کی۔

خصوصی نشست

پہلی خصوصی نشست بعد نماز ظہر مدرسہ کی مسجد میں منعقد ہوئی جس میں سربرآوردہ شخصیتوں کی ایک قابل لحاظ تعداد شریک ہوئی۔

اس موقع پر ناظم امارت شرعیہ بہار واڑیسہ جناب مولانا سید نظام الدین صاحب مدظلہ العالی اور جناب مولانا سید سلمان صاحب حسینی صدر جمعیۃ شباب اسلام نے گفتگو فرمائی، اور قوم و ملت کے تئیں ان کی ذمہ داریوں کو یاد دلایا۔

تقریب سنگ بنیاد

عرصہ سے عربی درجات کے طلبہ کے لئے رہائش گاہ اور شعبۂ حفظ کے لئے عمارت کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی تھی، چنانچہ بعد نماز عصر "دار تحفیظ القرآن القرآن الکریم" اور علامہ سید سلیمان ندوی ہاسٹل" کا سنگ بنیاد ان بزرگان دین اور علماء کرام کے مبارک ہاتھوں سے رکھا گیا

جلسۂ عام

بعد نماز مغرب مدرسہ کے وسیع و عریض میدان میں جلسۂ عام منعقد ہوا آمد و رفت کی دشواریوں کے باوجود دور دور سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے تھے، سیکڑوں کی تعداد میں غیر مسلم حضرات بھی جلسہ میں شریک ہوئے اور اخیر تک سکون و اطمینان سے بیٹھے رہے۔ جب مدرسہ کے لئے مالی تعاون کی اپیل کی گئی تو مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں نے بھی چندے دیئے۔

مولانا سید سلمان صاحب ندوی نے اپنی مفصل تقریر میں معاشرہ کے اندر عورتوں پر ہونے والے ظلم اور نامناسب ناروا طریقوں پر جہیز کے مطالبات کی شناعت کو بیان فرمایا اور لوگوں کو اسلامی شعائر و سنتوں کو ترک کرنے کے برے انجام سے ڈرایا۔

صدر جلسہ جناب مولانا سید نظام الدین صاحب مدظلہ العالی نے اپنی مختصر صدارتی تقریر میں شادی بیاہ اور دوسرے امور میں اسلام کی سادگی، اور اس کی ہدایات و تعلیمات پر عمل کرنے پر زور دیا۔

مولانا کے بعد مولانا رضوان صاحب ندوی استاد تفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء نے تاریخ و سیر کے مستند حوالوں سے ماقبل اسلام کی معاشرتی و اخلاقی حالت کی منظر کشی کرتے ہوئے بتایا کہ اسلام اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں کس طرح دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کی کایا پلٹ ہوگئی۔ اپنے موجودہ معاشرہ کی اصلاح ہم اسی وقت کر سکتے ہیں جب اسلام کی روشن اور واضح تعلیمات پر عمل کریں۔

بچوں کا تعلیمی مظاہرہ و دستار بندی

تنگیٔ وقت کی بنا پر تعلیمی مظاہرہ کا پورا پروگرام پیش نہیں کیا جاسکا، صرف محمد اسلام الحق نے ایک نعت شریف پیش کی اور محمد عبدالرشید اور محمد ضمیر الدین نے جہیز کے موضوع پر ایک مؤثر مکالمہ پیش کیا۔

اس موقع پر مدرسہ کے شعبۂ حفظ سے فارغ ہونے والے حفاظ کرام کی دستار بندی بھی ہوئی۔

جلسہ کا اختتام جلسہ میں شریک ہونے والے علماء کرام، معزز مہمانوں اور کارکنان مدرسہ کے شکریہ پر ہوا جو ناظم مدرسہ مولانا عبدالعزیز صاحب ندوی نے پیش کیا۔

مولانا عبدالعزیز صاحب ندوی نے ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں خاص طور پر جناب مولانا معین اللہ صاحب ندوی نائب ناظم ندوۃ العلماء کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا جو مدارس دینیہ خاص طور پر ملحقہ مدارس ندوۃ العلماء کی کامیابیوں اور ترقیوں کے لئے ہمیشہ فکر مند رہتے ہیں۔

حضرت سید احمد شہید کی تحریک کا ادبی پہلو

مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

حضرات:۔ اسلام ایک مکمل اور اجتماعی دین اور ایک مستقل معاشرہ ہے اس لئے وہ یہ گوارہ نہیں کرتا کہ اس کے معاشرہ کی سیاسی، معاشی، اخلاقی اور دینی ترکیب اور معتقدات میں کیا ہی بگاڑ پیدا ہو جائے لیکن کوئی گروہ سامنے آکر اس کی ہیئت ترکیبی کو درست کرنے کی کوشش نہ کرے اسکی حالت زار کو بنانے سنوارنے کی فکر نہ کرے اسکی پراگندہ حالت کی تنظیم و تزئین کے سلسلہ میں تگ و دو نہ کرے اور قوم کو ان خطرات سے آگاہ نہ کرے جو اس کے وجود کو گھن کی طرح کھا رہے ہیں اور دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں، سوسائٹی کیلئے پاکباز اور باشعور انسانوں کا وجود ضروری ہے اس لئے قرآن پاک کہتا ہے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہوئے خیر کی طرف دعوت دے ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں۔

تیرہویں صدی ہجری ہندستانی مسلمانوں کے لئے اہم کشمکش کی حامل تھی سیاسی طور پر وہ کمزور و ناتواں تنزل و انحطاط کا شکار تھے بلکہ اس کی تکمیل اسی صدی میں ہوئی سیاسی انحطاط کے نتیجہ میں بہت سی معاشرتی اور مذہبی خامیاں جن پر غلبہ و اقتدار کے زمانہ میں پردہ پڑا ہوا تھا، بے نقاب ہو کر سامنے آگئیں، آفتاب ہدایت پر گمراہی چھائی جارہی تھی اور حق کا نور باطل کے حجابوں میں سمٹتا جارہا تھا، اس صورت حال کو موج کوثر کے مصنف نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

اگرچہ شاہ ولی اللہ اور دوسرے بزرگوں کی کوششوں سے ذی علم طبقے اسلام کے متعلق زیادہ صحیح معلومات حاصل کر رہے تھے لیکن عوام کی مذہبی حالت نہایت گری ہوئی تھی، انہوں نے ہندو مذہب چھوڑ کر اسلام کو اختیار کر لیا تھا لیکن ان کی دینی اور روحانی حالت میں کوئی خاص فرق واقع نہیں ہوا تھا، انہوں نے ہندو مذہب چھوڑ کر اسلام کو اختیار کیا تھا لیکن اس سے ان کی روحانی حالت میں کوئی خاص تبدیلی واقع نہ ہوئی تھی۔ اگر پہلے وہ مندروں میں مورتیوں کے سامنے ماتھا ٹیکتے تھے تو اب مسلمان پیروں اور قبروں کے سامنے سجدے کرتے تھے، پجاریوں اور برہمنوں کی جگہ مسلمان پیروں نے لے لی تھی جن کے نزدیک انسان کی روحانی تربیت کے لئے احکام اسلام کی پابندی اور سنت نبوی کی پیروی ضروری نہ تھی

معاشرہ کی زبوں حالی

معاشرتی رسوم کے اعتبار سے بھی مسلمانوں اور ہندوؤں میں کوئی بڑا فرق نہ تھا۔ اسلام کی تعلیم یہ تھی کہ خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرو لیکن اب بھوت پریت کے ڈر اور دوسرے وہموں سے زندگی کا سکون تلف ہو رہا تھا، ہندوؤں میں نکاح ثانی پاپ سمجھا جاتا تھا مسلمانوں میں بھی نکاح ثانی برا سمجھا جانے لگا۔ بیاہ شادی اور تجہیز و تکفین کے متعلق اسلامی احکام نہایت سادہ، معقول اور دینی و دنیاوی بھلائی پر مبنی تھے، لیکن مقامی اثرات سے ان کی جگہ ایسی خلاف شرع رسموں نے لے لی تھی جنمیں فضول خرچی تضیع اوقات اور دوسری بیسیوں قباحتیں تھیں۔

شراب نوشی عام تھی، نشہ آور چیزوں (افیون، بھنگ، تاڑی وغیرہ) کا استعمال گھر گھر تھا، جس سے اخلاق کے ساتھ قوائے عقلیہ اور صحت بھی خراب ہو رہی تھی ارباب نشاط کا ہر طرف دور دورہ تھا، دہلی اور لکھنؤ کی معاشرت اور مجلسی اور خانگی زندگی کا جو نقشہ اس دور کی تحریروں میں نظر آتا ہے اس سے تہذیب کی آنکھیں نیچی اور حیا کی پیشانی عرق آلود ہے۔

اصلاح و تجدید کا کام

اس سب کے باوجود تجدید و اصلاح کا کام بھی جاری تھا، حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے امت کی اصلاح و تجدید کا جو کام شروع کیا تھا اور جہاد و اجتہاد کا جو کام جیا کیا تھا، ملک میں قرآن فہمی، درس حدیث اور دعوت الی اللہ کے جو چشمے جاری کئے تھے اس کے سوتے خشک نہیں ہوئے ماحول کی برہمی اور حالات کی ناسازگاری کے باوجود تجدید و اصلاح کی تحریک پروان چڑھ رہی تھی جس کے نتیجہ میں غیر اسلامی عناصر آنکھوں میں کھٹکنے لگے اور ایک ایسی جماعت جوان کی اصلاحی تجاویز کو پایۂ تکمیل تک پہونچا سکتی تھی سامنے آئی جسکی قیادت حضرت امام الہند کے جانشین شاہ عبدالعزیزؒ نے کی اور تادم حیات اس کام کو جاری رکھا لیکن اس تحریک کا سب سے مؤثر اظہار حضرت سید احمد شہید بریلوی کی زیر قیادت ہوا۔

دہلی کا سفر

حضرت سید احمد شہید ۶ صفر ۱۲۰۱ھ یعنی ۲۹ نومبر ۱۷۸۶ء کو رائے بریلی میں پیدا ہوئے ایام طفلی میں تحصیل علم سے آپ کو کچھ زیادہ رغبت نہ تھی، مکتب میں تین چار سال گزارنے کے بعد بھی قرآن مجید کی چند سورتوں کے علاوہ آپ کو کچھ یاد نہ ہوا بچپن ہی سے مردانہ اور سپاہیانہ کھیلوں کا شوق تھا، ضعیفوں اور اپاہجوں اور بیواؤں کی خدمت کرنے کا جذبہ سن بلوغ تک پہونچتے پہونچتے ایسا ہو گیا تھا کہ نظیر نہیں ملتی، اسکے ساتھ عبادت، ذکر الہی کا ذوق، ورزش اور مردانہ کھیلوں کا شوق تھا، جب آپ سترہ اٹھارہ سال کے ہوئے تو تلاش معاش میں چند رفقاء کے ساتھ لکھنؤ تشریف لائے، لکھنؤ میں قیام کے دوران خود بخود تحصیل علم کا ایسا شوق پیدا ہوا جو کشاں کشاں لکھنؤ سے دہلی لے گیا اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضری دی اور شاہ صاحب کے دریافت کرنے پر جب آپ نے اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ سید ابو سعید صاحب میرے نانا اور سید نعمان صاحب میرے حقیقی چچا ہیں تو شاہ صاحب نے بے حد خوشی کا اظہار کیا، عزت افزائی کی غرض سے دوبارہ مصافحہ اور معانقہ کیا اور فرمایا کہ اللہ کا فضل شامل حال ہے تو اپنے ددیال اور ننہیال کی میراث تم کو مل جائے گی، حضرت شاہ عبدالقادر اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی صحبت فیض و خدمت میں رہ کر آپنے اس قدر باطنی ترقی کی اور وہ بلند مقامات حاصل کئے جو بڑے بڑے مشائخ کو بڑی بڑی ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد حاصل ہوتے ہیں، ان مبارک ہستیوں سے کوئی چار سال اخذ فیض کر کے، اجازت و خلافت لے کر اپنے وطن رائے بریلی واپس ہوئے، تقریباً دو سال قیام کے بعد نواب امیر خاں والی ٹونک کے لشکر میں بھرتی ہو گئے، تقریباً چھ سال فن سپاہ گری میں تکمیل میں بسر کئے اور اچھا رسوخ پیدا کیا، اس اثنا میں آپ اپنی عبادات و ریاضیات اور سپاہیانہ زندگی کے ساتھ اصلاح و ارشاد میں بھی مشغول رہے، آپ کی توجہ، محنت اور کوشش سے پورا لشکر دعوت و تبلیغ کا وسیع میدان بن گیا۔

دوبارہ دہلی میں ورود

جب آپ دوبارہ ۱۸۱۶ء میں دہلی تشریف لائے تو آپ کی طرف غیر معمولی رجوع ہوا اور خانوادۂ ولی اللہی کے چشم و چراغ شاہ ولی اللہؒ کے پوتے شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ نے آپ کے ہاتھوں پر بیعت کی، اور اسی خانوادہ کے ایک اور ممتاز فرد جناب مولانا عبدالحیؒ نے جو شاہ عبدالعزیز صاحب کے داماد تھے آپ سے بیعت کی، ان دو حضرات کی بیعت کے بعد لوگوں میں طلب و شوق کی بے تابی بڑھتی چلی گئی، دہلی اور اسکے نواح کے عوام و خواص علماء و مشائخ کا ایسا رجوع ہوا کہ جسکی مثال مشکل ہے۔

حضرت سید صاحب کا سلسلہ ارشاد و ہدایت برابر جاری رہا آپ کی گفتگو میں بڑی تاثیر تھی کلام میں سیدھی سادھی مثالیں ہوتی تھیں، جنھیں سامعین آسانی سے سمجھ لیتے تھے۔ طبیعت میں خلوص تھا، ایثار و خیر خواہی خلق رگ رگ و پے میں سمائی ہوئی تھی، نتیجہ یہ تھا کہ جو لفظ زبان سے نکلتا سامعین کے دلوں میں تیر کی طرح پیوست ہو جاتا، آپ نے اپنی دعوت و ارشاد میں طریقت و شریعت کے باہمی تطابق پر زور دیا، طریق سلوک کے شرعی اسلوب کو بیان کرتے، بیعت کا طریقہ بھی اپنے پیش روؤں سے مختلف تھا آپ کا دستور تھا کہ پہلے طریقہ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ میں باواز بلند بیعت لے کر پھر طریقہ محمدیہ میں بیعت لیتے تھے اور اسے لوگ طریقہ محمدیہ کہتے آپ نے خود اسکی وضاحت نائب والی رامپور کے بھائی سے اس طرح کی ہے۔ کہ تصوف کے چار طریقوں کا تعلق رسول کریم ﷺ سے بطور باطن کے ہے اور طریقۂ محمدیہ بطور ظاہر کے، اس لئے ظاہری اعمال طریقہ محمدیہ یعنی شریعت کے مطابق ہونے چاہئیں۔

باقی ص ۔۔ پر

عالم اسلام

وصاف عالم ندوی

ترکی کے مدارس میں ۸۰ سال کے بعد عربی زبان کی تدریس کی اجازت

تیس سال کے بعد ترک کونسل نے سکنڈری اسکولوں میں عربی زبان کی تدریس کی اجازت دے دی ہے یہ مسئلہ مد نظر رہے کہ الغاء خلافت کے بعد ترک اسلام پسند مسلمانوں کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور عرب کلچر سے ان کے دیرینہ رشتہ کو کاٹ دینے کی جو کوششیں کی گئیں اور عربی زبان وادب کو حرف غلط کی طرح مٹا دینے کے سلسلہ میں جو افسوسناک اقدامات کئے گئے تھے ان میں وزارت تعلیم کا یہ اقدام بھی تھا کہ عربی زبان کو مدارس و مکاتب سے یکسر خارج کر دیا جائے ــــ لیکن اب اس نئی قرارداد کے آنے کے بعد جہاں عربی زبان و ادب کی ترقی کی راہ ہموار ہوئی ہے وہیں عرب و ترک کے درمیان ثقافتی رشتہ کے مربوط و مستحکم ہونے کے امکانات روشن ہو گئے ہیں۔

ایشیائی ممالک میں آباد مسلمانوں کی تعداد

طلوع اسلام کو ایک صدی بھی نہیں گذری تھی کہ اس کی کرنیں عرب کے صحراؤں سے نکل کر ایشیا کی سرزمین کو منور کرنے لگیں یہ کرشمہ سازی دراصل ان عرب تاجروں اور داعیوں کی ہے جو تجارت و دعوت دونوں کو ساتھ لیکر براعظم ایشیا کے مختلف ممالک ہندوستان چین اور ساحلی مقامات تک پہونچے تھے۔ آج ملایا، انڈونیشیا فلپائن اور دیگر مشرقی ایشیا میں اسلام کا جو زندہ اور متحرک وجود ملتا ہے یہاں ہی داعیوں اور عرب تاجروں کی انتھک کوششوں کا نتیجہ ہے۔

اس وقت ایشیائی ممالک میں مسلمانوں کی جو تعداد پائی جاتی ہے وہ کروڑوں تک پہونچتی ہے اگر ان کو اقلیت میں شمار کیا جاتا ہے تو اس وجہ سے نہیں کہ ان کی تعداد کم ہے بلکہ دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں ان کی تعداد کم ہے ورنہ چین پاکستان میں اس وقت ایک سو بیس ملین۔ مغربی ترکستان میں ۵۰ ملین اور مشرقی ترکستان (جو فی الحال چین کے ماتحت ہے) ۳۰ ملین اور فلپائن میں ۸ ملین، تھائیلینڈ میں ۶ ملین اور برما میں ۳ ملین، سری لنکا میں ایک ملین سے زائد مسلمان دین اسلام کو سینہ سے لگائے ہوئے ہیں اور ان ممالک کے علاوہ ایشیا کے دوسرے ممالک میں ڈیڑھ ملین سے زائد مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ لگایا گیا ہے۔

عالمی اسلامی تنظیم کی سرگرمیاں ایک نظر میں

اس وقت پریشان حال مظلوم و مجبور مسلمانوں کی دادرسی کے لئے مختلف ممالک میں جو رفاہی تنظیمیں قائم ہیں ان میں عالمی امدادی اسلامی تنظیم (هيئة الإغاثة الإسلامية العالمية) کو امتیازی مقام حاصل ہے، یہ تنظیم مختلف ممالک میں مسلمانوں کی معاشی تعلیمی تعمیری، ودعوتی خدمات انجام دے رہی ہے اس نے بنگلہ دیش کے سیلاب زدہ اور برما کے پناہ گزین سراپا حزیں مسلمانوں کے لئے وافر مقدار میں کھجوریں فراہم کی ہے اسی طرح ان کے لئے شفاخانے قائم کئے ہیں اور غذائی اشیاء کی فراہمی کے لئے نیا فنڈ بھی قائم کیا ہے۔

اس ادارہ کی سرگرمیوں کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے عراقی و ترک کردوں کے لئے کمبل اور غذائی اشیاء سے پر ۳۰ جہاز اور قحط زدہ صومالی مسلمانوں کے لئے تین مال بردار جہاز روانہ کیا ہے اس رپورٹ میں مزید بتایا گیا ہے کہ سربی ظالموں کے ظلم و ستم کی چکی میں پسے ہوئے یوگوسلاوی مسلمانوں کے کئی ملین قیمت کا سامان رسد فراہم کیا ہے اسی طرح بلغاری مسلمانوں کے درمیان غذائی اشیاء اور بھاری تعداد میں قرآن پاک کی تقسیم کا کام اسی تنظیم نے انجام دیا ہے اور حال میں جرمن مسلمانوں کو چار جہاز گوشت ایک ہزار ٹن چاول اور دوائیاں اور طبی سازو سامان مزید ایک ہزار اصلاحی تعلیمی کتابوں کی طباعت کے نظم کے ساتھ ساتھ دس اسکالرشپ بھی منظور کی ہے اسی طرح افریقہ سے ہجرت کرنے والے پناہ گزینوں کے خیمے کے لئے بھی ایک خطیر رقم فراہم کی اور ایشیاء وسطی کی مسلم جمہوریاؤں کے لئے ایک سو اسکالر شپ اور زراعت کے میدان میں اپنے قدموں پر کھڑے ہونے کے لئے دو ایگری کلچر فارم قائم کر رہی ہے۔

اس کے علاوہ اس تنظیم کے ذریعہ تقریباً ۷۰ مسجدوں کی اصلاح و تعمیر کا کام ہوا ہے اور کئی ملین مصاحف کی توزیع و تقسیم اسی کے توسط سے ہوتی ہے اور اس سال غریب روزہ داروں کے افطار و سحر کے نظم کے لئے ایک لاکھ ڈالر کا انتظام اس تنظیم نے کیا اس کے علاوہ بھی ان کی رفاہی سرگرمیاں پھیلی ہوئی ہیں جن کی تفصیلات اخبارات میں آتی رہتی ہیں۔

مکمل ایک گاؤں کا قبول اسلام

کوتا بانوں میں قائم ادارۂ دعوت و ارشاد سے منسلک داعیوں نے بانیسلان کے جنگلات اور پہاڑوں میں جو دعوتی خدمات انجام دی ہیں وہ اپنی کمیت اور کیفیت دونوں ہی اعتبار سے لائق تحسین ہے ــــ ان داعیوں نے ایک گاؤں کے سامنے اسلامی تعلیمات پیش کیں اور قرآنی حکمت و موعظت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ پورا گاؤں اسلام کے دائرہ میں داخل ہو گیا۔ یہ گاؤں ۳۳ خاندانوں اور ۱۵۰ افراد پر مشتمل ہے۔ اب وہ لوگ ان نو مسلموں کی اصلاح و تعلیم، تہذیب و تلقین کا کام انجام دے رہے ہیں اس واقعہ کا اثر اردگرد کے گاؤں پر بھی مرتب ہوا اور متعدد افراد نے اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا ہے ــــ ایک صاحب خیر نے ان کے لئے ایک مسجد تعمیر کی ہے تاکہ دعوت و ارشاد کا کام منظم طریقہ سے ہو سکے اور ساتھ ہی نئی نسل کے لئے اسلامی فضا کی سازگاری عمل میں آ سکے باقی صـ۱۴ پر

بمبئی میں
مٹھائی کی دنیا کا ایک ہی نام
★ انواع واقسام کی خوش ذائقہ ودل پذیر مٹھائیاں
★ دیسی گھی زعفران ومیوے سے بھرپور۔
طہور اسویٹس
● اسپیشل افلاطون ● مینگو برفی ● ڈرائی
فروٹ برفی ● انجیر برفی ● پائین ایپل برفی
● ڈنگ لڈو ● تمیسہ لڈو ● قلاقند ● نان خطائی
ناگپاڑہ جنکشن ۴۵/۲۲۵ بلاسس روڈ بمبئی ۸
فون ۳۰۹۱۳۱۸-۳۰۸۲۷۷۳

گذارش

خط و کتابت نیز منی آرڈر کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ دینا نہ بھولیں خریداری نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں کم سے کم جس نام سے آپ کا رسالہ جاری ہے، اس کی وضاحت ضرور فرمائیں۔ (ادارہ)

دارالقضاء کی ضرورت و اہمیت

محمد مستقیم ندوی ــ المعہد العالی للقضاء والافتاء ــ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

فطرت انسانی میں جنگ وجدال، لڑائی جھگڑے کا آتش گیر مادہ شروع ہی سے موجود ہے اس لئے معاملات کے اندر جب حقوق کی ادائگی یا حق تلفی رونما ہوتی ہے تو اختلافات اور باہمی تنازعات ابھر کر سامنے آتے ہیں اور لڑائی کی آگ بھڑک اٹھتی ہے ایسی شکل میں جب دو فریق باہم نبرد آزما ہو جائیں تو طبعی طور پر ایک تیسرے آدمی کی ضرورت پیش آتی ہے، یہی ثالث یا حکم شریعت کی زبان میں قاضی کہلاتا ہے قرآن میں ارشاد ربانی ہے۔

وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا

لوگوں کے آپسی جھگڑوں کو چکانے کے لئے ہر مذہب ہر قوم اور ہر انسانی معاشرہ نے ایک انصاف کرنے والی ذات یعنی قاضی یا پنچ کی ضرورت کو تسلیم کیا ہے، اسلام کے مرکز اول مسجد نبوی کی تاریخ اور اس کے عظیم کردار پر اگر نظر ڈالی جائے تو یہ بات عیاں ہو جائے گی کہ یہ اسلام کی اولین مسجد اگر ایک طرف رضا جویان خداوندی کی تکبیر و تہلیل سے گونجتی تھی تو دوسری تاریخ انسانی کے ایک عظیم مدرسہ کا کردار بھی ادا کرتی تھی۔ اگر ایک طرف صحابۂ کرام یہاں احکام شریعت و آداب جہانبانی سیکھتے تھے تو دوسری طرف اسی مسجد کے محراب و منبر عدالت نبوی کے روح پرور مناظر دیکھ کر تصویر حیرت بنے رہ جاتے تھے غرض مسجد نبوی میں سب سے پہلی اسلامی عدالت لگی، اور ایسے انقلابی فیصلے یہاں سے سنائے گئے کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی غرض تاریخ کا یہ سفر جاری رہا اور عہد خلافت راشدہ میں اس کا دائرہ عرب سے نکل کر عجم تک وسیع ہو گیا۔ دنیا کی یہ انوکھی عدالت تھی جہاں مدعی تنگ دست اور مدعیٰ علیہ شہنشاہ وقت دونوں ایک صف میں کھڑے ہوتے تھے اور قاضی اپنے مرتبۂ قضاء کا پورا احترام کرتے ہوئے دو ٹوک فیصلہ دیتا تھا، جس کے فیصلے کے سامنے سلطان وقت اور خلیفۃ المسلمین تک کو سرتابی کی جرأت نہ ہوتی تھی تاریخ نے بہت سے ایسے قضاۃ کے نادر نمونے اپنے سینے میں محفوظ کر لئے ہیں۔

اسلام کے عہد عروج تک قضاء و قضاۃ کا یہ مقام پوری آب و تاب سے موجود تھا لیکن اسلامی سلطنتوں کے زوال کے ساتھ ساتھ اس چراغ کی لو بھی مدھم پڑتی گئی اور جب مسلمانوں کے زوال کی داستان مکمل ہوئی یہ جھلملاتی ہوئی شمع بھی اپنے نور سے محروم اور دینی آب و تاب اور سوز و گداز سے مایوس ہو گئی ہندوستان نے بھی اس عروج و زوال کے عبرتناک مناظر دیکھے یہاں پورے ایک ہزار سال تک اسلام کی شان و شوکت دیکھ کر دنیا تصویر حیرت بنی رہی اور تاریخ ہند اسلام کے اس عہد عروج اور ہندوستان میں اسلام کی شان و شوکت، تہذیب و تمدن اور اس کی بے مثال عطا و بخشش سے زیر بار احسان ہے، یہاں بھی اسلام کے دیگر احکامات کے نفاذ کے ساتھ قضا و عدل گستری کے نادر نمونے دنیا کے سامنے آئے بڑے سے بڑے حاکم وقت اور شہنشاہ اسلامی عدالت میں گردن جھکائے کھڑے دیکھے گئے اور قضاۃ اپنے مرتبہ و مقام کے لحاظ سے اسلامی احکام صادر کرتے رہے اور شریعت اسلامیہ کی بالادستی پوری طرح قائم رہی لیکن عہد آزمائش اور امتحان کی نازک گھڑیوں سے اسلامی ہند کو بھی گذرنا پڑا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہاں کے زمین و آسمان بدل گئے اور چشم زدن میں امراء گداگری، سلاطین و شہزادے دردر کی بھیک مانگنے پر مجبور ہو گئے اور انگریزوں نے پورے ملک کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیکر مسلمانوں کو اسلام سے تہی دست ہونے پر مجبور کر دیا۔

دوسری جانب اس نازک وقت میں بھی ہندوستان نے عظیم افراد کو جنم دیا جنھوں نے اس بلائے بے درماں کا ہر ہر میدان میں مقابلہ کیا اسلام اور شعائر اسلام کی پوری حفاظت کر کے مسلمانوں کو اس طوفان مغرب سے بحفاظت نکال لائے یوں تو سیاست، تعلیم اور دیگر میدانوں میں مسلمان رہنما قائدین کی ایک طویل فہرست نظر آتی ہے مگر نظام عدم و قضاء کو ہندوستان میں از سر نو قائم کرنے کا جس ذات نے بیڑا اٹھایا وہ اس نظام قضاء کے مجدد حضرت مولانا ابوالمحاسن سجاد رحمۃ اللہ علیہ تھے آپ کی تحریک سے اسلامی معاشرہ نے دوبارہ اس اسلام کے نظام قضاء سے آشنا ہو کر اس کے دائرہ میں اپنے درد کی دوا پا کر راحت کی سانس لی۔

اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور مسلمانوں کے کھوئے ہوئے اقتدار کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے اس تھکے ماحول میں جو تحریکیں سامنے آئیں ان میں علی گڑھ، دیوبند، اور تحریک ندوۃ العلماء سب سے اہم ہیں۔

تحریک ندوۃ العلماء نے اپنے عظیم تر مقاصد میں ایک اہم مقصد رفع نزاع باہمی بھی قرار دیا تھا۔ الحمد للہ اس تحریک نے شعوری اور لاشعوری طور پر سارے ہندوستان میں جو ایک معتدل ماحول اور ایک متوازن فضا قائم کی اس کی نظیر دوسرے ممالک میں نہیں ملتی، مختلف مکاتب فکر کے علماء اس اسٹیج پر باہم بغلگیر اور ملت کے مسائل پر اشکبار دیکھے گئے اس تحریک کا یہ وہ غیر شعوری اثر ہے جو پورے ملک کے ماحول میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ نے قدیم علوم کے حاملین سے قریب آکر اسی تحریک کے فیض سے وہ اسلامی مزاج پایا جو اسلام کی عظمت رفتہ کی بازیابی کے لئے شاہ کلید ہے۔

تحریک ندوۃ العلماء آج اسی رفع نزاع باہمی کے ایک قانونی شعبہ یعنی "المعہد العالی للقضاء والافتاء" کو قائم کر کے ایک انقلابی دور میں داخل ہو رہی ہے جو دعوت پورے ملک کو متاثر کر چکی ہے ان جزوی مسائل کو قانونی طور پر حل کرنے کا اقدام کرتی ہے جن میں الجھ کر فریقین میں باہمی دشمنی اور ایک دوسرے کے خلاف نفرت کے جذبات بھڑک اٹھتے ہیں، اس شعبہ میں دارالافتاء کے علاوہ فارغین کو قضاء کی عملی تربیت دینے اور انھیں مسلم معاشرہ کی اصلاح کے لئے سرگرم کرنے میں یہ شعبہ انشاء اللہ فیصلہ کن کردار ادا کرے گا، فضلائے دارالعلوم کی قضاء کی تربیت انشاء اللہ دارالقضاء میں مکمل ہو گی جو اپنے تجربہ کے پانچ سالہ دور کو مکمل کر چکا ہے۔

مرکزی دارالقضاء پر ایک نظر

تقریباً پانچ سال قبل ۱۲ مارچ ۱۹۸۷ء کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم کی قیادت میں سرزمین لکھنؤ میں ہندوستان کے مسلم دانشوروں اور مفکرین کا ایک اہم اجتماع ہوا جس میں یہ اتفاق رائے مرکزی دارالقضاء اترپردیش کا قیام عمل میں آیا اور اسی موقع پر قاضی کونسل کا انتخاب بھی ہوا جس کے صدر جناب مولانا برہان الدین سنبھلی شیخ التفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور ارکان قاضی کونسل میں مفتی محمد ظہور صاحب صدر مفتی دارالافتاء دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا ناصر علی صاحب ندوی شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا عتیق احمد صاحب استاذ فقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ لوگوں نے انتہائی مسرت اور خوشی کے ساتھ اس اعلان کا خیر مقدم کیا قیام دارالقضاء کے وقت سے مسلمان اپنے عائلی مقدمات میں دارالقضاء کی طرف رجوع کرنے لگا اور الحمد للہ دن بدن ان کا میلان بڑھتا رہا ہے

مرکزی دارالقضاء لکھنؤ میں اب تک مختلف نوعیتوں کے تقریباً دو سو مقدمات آچکے ہیں جن میں پونے دو سو مقدمات پر فیصلہ دیا جا چکا ہے بقیہ زیر سماعت ہیں۔ بڑی خوش آئند بات یہ ہے کہ دارالقضاء کے تمام فیصلوں کا فریقین بہت احترام کرتے ہیں اور خوش دلی سے فیصلہ محمدی کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کر دیتے ہیں یہ محض قانون الٰہی کی بجا آوری کی برکت اور مسلمانوں کی دینی حمیت و غیرت اور زندہ دلی کی بہترین مثال ہے۔

تعمیر حیات بمبئی میں
تعمیر حیات خریداری کے سلسلہ میں عباس علاء الدین ٹی مرچنٹ۔ ۴۴ حاجی بلڈنگ۔ ایس وی پٹیل روڈ نل بازار بمبئی ۳
سے رابطہ قائم کریں

جامعہ اسلامیہ اعظم گڑھ میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا خطاب

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ کو جناب مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی مدظلہ استاذ حدیث عین یونیورسٹی ابوظبی کی دعوت پر جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ تشریف لے گئے تھے، اس موقع پر آپ نے اساتذہ اور طلبہ سے ایک اہم خطاب فرمایا تھا، افادۂ عام کے لئے اس کو شائع کیا جارہا ہے۔

محمد نسیم الدین ندوی

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین و خاتم النبیین ومن دعا بدعوتھم الیٰ یوم الدین، اما بعد!

اساتذہ جامعہ اسلامیہ اور عزیز طلبہ!

ایک شخص جو باغبانی کا کام کرتا ہو اور وہ اس میں اپنی صلاحیتیں اور اوقات باغ کو آراستہ کرنے باغ کو بنانے اور پودا اگانے درخت کو پیدا کرنے میں اپنی صلاحیتیں صرف کرتا ہو فطرۃً اگر کوئی باغ دیکھے گا تو چاہے وہ چھوٹا باغ ہو اسے خوشی ہوگی اور محسوس کرے گا کہ وہ اپنے ہی باغ میں ہے، میں کہتا ہوں کہ جامعہ اسلامیہ بہت سی حیثیتوں سے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے باغ کی ایک کیاری ہے اور اس کے بانی ہمارے عزیز فاضل حدیث مکرم مولانا تقی الدین صاحب ندوی وہیں کے ساختہ پرداختہ اور وہیں کے تعلیم یافتہ ہیں اور آج بھی ان کا گہرا تعلق ہے انھوں نے اپنی سعادت مندی اور اپنی شرافت سے دارالعلوم ندوۃ العلماء سے تعلق قائم کر رکھا ہے اور اس کے سرپرستوں سے اور اس کے ذمہ داروں اور اساتذہ سے سب سے ان کا تعلق ہے ہمیں یہاں آکر بہت زیادہ خوشی ہوئی اور ہم یہی محسوس کرتے ہیں کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء ہی میں ہیں۔

مجھے اور رفیق عزیز مولانا رابع حسنی ندوی کو یہاں آکر خوشی ہوئی یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کہ آدمی گھومتا پھرتا اپنے باغ کے ایک گوشہ میں آجائے تو ہم یہی محسوس کرتے ہیں کہ گویا ہم ندوۃ العلماء ہی میں ہیں اور ندوۃ العلماء ہی کے ایک چمن اور ایک کیاری میں ہیں۔

میرے عزیزو! میں اس وقت آپ سے تفصیل سے بات نہیں کر سکتا صرف دو باتیں کہتا ہوں ایک بات تو یہ ہے کہ آپ علم دین حاصل کرنے آئے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے ایک نصیحت کی بات تو یہ ہے کہ آپ اپنی نیت درست کریں علم دین حاصل کرنے کی جو صحیح نیت ہے وہ تازہ کریں اور تازہ کرتے رہیں تاکہ آپ کو، آپ کے سرپرستوں کو اور آپ کے والدین کو اور مدرسہ کے بانی کو ثواب ملتا رہے اور بہت سے کام اہم کرتے ہیں مشینری طریقہ پر اس میں کوئی نیت نہیں ہوتی اس کا استحضار نہیں ہوتا تو اس کا ثواب نہیں ملتا۔

ایک بات تو یہ ہے کہ آپ ابھی سے نیت کریں کہ اللہ کی خوشی کے لئے علم دین حاصل کر رہے ہیں ہم کو اللہ تعالیٰ اس قابل بنائے کہ ہم اللہ کا منشا سمجھیں اور اس کے رسولؐ کا منشا سمجھیں اور اس کو دوسروں تک پہونچائیں ورنہ آپ میں اور کسی نرسری اسکول کے طلباء میں کوئی فرق نہیں رہ جائے گا وہ بھی پڑھتے ہیں اور آپ بھی پڑھتے ہیں، وہ بھی محنت کرتے ہیں اور آپ بھی محنت کرتے ہیں وہ انگریزی اور ہندی پڑھ رہے ہیں اور آپ عربی اور اردو پڑھ رہے ہیں۔ بس اتنا فرق رہ جائے گا ایک بات تو یہ ہے کہ ذرا خیال کر لیا کیجئے کہ ہم یہاں کیوں آئے ہیں اپنے گھر کو ہم نے کیوں چھوڑا ہے یہاں کیوں پڑے ہوئے ہیں علم دین حاصل کرنے کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں حضورؐ ایک مرتبہ حجرۂ مبارک سے باہر تشریف لائے تو ایک طرف اللہ کا ذکر ہو رہا تھا اللہ کی یاد ہو رہی تھی تسبیحات پڑھی جارہی تھیں اور ایک طرف کچھ لوگ مسئلے مسائل سیکھ رہے تھے پوچھ رہے تھے مذاکرہ کر رہے تھے تو آپ نکلے اور ان پر آپ نے شفقت کی نگاہ اور سرپرستانہ نگاہ ڈالی قدر کی نگاہ ڈالی اور ان لوگوں کے پاس بیٹھ گئے جو مسائل سیکھ رہے تھے اور فرمایا انما بُعثتُ معلّماً میں معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں تو ایک تو یہ اس کو یاد رکھیں پھر ملنا ہو یا نہ ہو زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اس رشتہ سے جو آپ کا ہم لوگوں سے ہے اور جو ہمارا اور مولانا تقی الدین صاحب ندوی کا رشتہ ہے وہ بہت خیال رکھتے ہیں، ابھی ابھی ان کا ٹیلیفون آیا تھا اور انھوں نے خواہش ظاہر کی تھی کہ آپ یہاں تشریف لائیں، تو آپ سے ایک بات کہتے ہیں کہ اپنی نیت درست اور صحیح کر لیجئے اور تازہ کر لیجئے کہ ہم اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے پڑھ رہے ہیں تاکہ علم دین حاصل ہو اور اللہ نے جو زندگی گذارنے کا طریقہ بتایا ہے اور اللہ کے رسول نے جو طریقہ سکھایا ہے اس کو سیکھنے کے لئے پڑھ لیں قرآن پڑھیں گے، حدیث پڑھیں گے، دوسروں تک پہنچائیں گے، اسلام اور کفر کا فرق، توحید اور شرک کا فرق، طاعت و معصیت کا فرق سنت و بدعت کا فرق دوسروں کو ہم بتائیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ صرف و نحو میں پختگی پیدا کیجئے جو چیزیں آپ کو پڑھائی جائیں ان میں پختگی پیدا کیجئے، اس زمانہ میں بہت کچا پن آرہا ہے بڑے بڑے مدرسوں میں صرف و نحو میں ہی پختگی نہیں ہوتی، صحیح عبارت نہیں پڑھ سکتے پوچھا جائے یہ منصوب کیوں ہے، مرفوع کیوں ہے اس کو وہ نہیں بتا سکتے اور بہت سے لوگ ہیں جن کی شہرت ہے لیکن وہ صحیح عبارت نہیں پڑھ سکتے، ہمیں تجربہ ہوا ہے بہت سی کانفرنسوں میں بعض بڑی مجلسوں میں کہ جب ان کو عربی پڑھنے کا اتفاق ہوا اور وہ بہت بڑے محقق ہیں بہت بڑے مفکر ہیں، لیکن جب عربی پڑھنے کا اتفاق ہوا اور اپنا ہی لکھا ہوا مضمون پڑھنے کا اتفاق ہوا تو وہ تو پڑھ رہے ہیں لیکن ہم شرما رہے ہیں تو بتائیے لوگ کیا کہیں گے تو ہم تم سے کہہ رہے ہیں کہ صرف و نحو اور ادب میں پختگی پیدا کرو تاکہ تم بتا سکو منصوب کیوں پڑھا اور مرفوع کیوں پڑھا اور جو کچھ پڑھو پختگی سے پڑھو اور علم میں رسوخ پیدا کرو، رسوخ فی العلم بہت بڑی چیز ہے فقہ و حدیث میں رسوخ پیدا کرو، تیسری بات یہ ہے کہ اپنے اندر سعادت مندی پیدا کرو، اساتذہ کا ادب و احترام کرو، کتاب اور علماء کا ادب کرو، درسگاہوں کا احترام کرو، اسلام میں ادب بڑی اہمیت کا حامل ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب۔"

شاہ صاحبؒ کی تحقیق اور ان کے بیان کے مطابق شعائر کی تشریح کتاب اللہ بیت اللہ اور نماز ہے لیکن ان کے ساتھ اور ذیلی شعائر ہیں جو ان کا حامل ہو وہ ان کا خادم جن کی ان کی طرف نسبت ہو وہ سب بھی شعائر ہیں تو ادب و احترام لازم سمجھو، اسکولوں اور کالجوں کی طرح نہیں کرو ہاں کتاب کا ادب ہے نہ استاد کا ادب ہے اور نہ ہی کسی سرپرست کا ادب ہے تو اساتذۂ کرام کا، کتابوں کا، درسگاہوں کا، حقیقی معنی میں ادب کرو اور اپنے اندر امتیاز پیدا کرو، علمی بھی اور عملی بھی، کہ تمہیں دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں دین کا احترام پیدا ہو اور دین کی طرف ان کا رجحان ہو تو میرے عزیزو! نیت کی تصحیح کرو کہ ہم اللہ کو خوش کرنے کے لئے اور اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے پڑھ رہے ہیں اور تہذیب سیکھنے اور دوسروں کو تہذیب سکھانے کے لئے پڑھ رہے ہیں۔

بس اللہ آپ لوگوں کو علم و عمل سے نوازے اور مدرسہ کو ترقی عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

بقیہ عالم اسلام

مساوات کا علمبردار امریکہ اور فرقہ وارانہ فسادات

فرقہ وارانہ فسادات کے سرطان میں پسماندہ ممالک ہی مبتلا نہیں ہیں بلکہ امریکہ جیسا ترقی یافتہ جمہوریت کا دعویدار ملک بھی اس کا شکار ہے.... پچھلے دنوں اپریل و مئی میں امریکہ کے متعدد شہروں خصوصاً لاس اینجلس میں جو قبائلی اور طبقاتی جھڑپیں ہوئیں اور پھر فرقہ واریت کا لاوا پھوٹ پڑا تھا۔ اس کے نتائج نہایت تباہ کن ثابت ہوئے اعداد و شمار کی روشنی میں اس میں ہلاکین کی تعداد چار درجن سے زائد ہے اور زخمیوں کی تعداد تین ہزار تک پہونچتی ہے اور اس خانہ جنگی میں منہدم ہونے والے مکانات کی تعداد چار ہزار ہے۔ یہ خانہ جنگی اپنی نوعیت کی انتہائی ہلاکت آفریں ثابت ہوئی جس میں ہونے والے خسارہ کا تخمینہ آٹھ ارب ڈالر سے لگایا گیا ہے۔

بقیہ:۔ درس حدیث

اور باطل حق ہو جائے، یہ بھی اس جھوٹ میں داخل ہو جاتا ہے جس کی ممانعت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جھوٹ سے بچو بیشک جھوٹ گالی گلوچ تک لے جاتا ہے اور گالی گلوچ جہنم میں لیجاتا ہے۔ صحیحین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

"اللہ تعالیٰ کو وہ شخص سب سے زیادہ مبغوض ہے جو بہت زیادہ جھگڑالو ہو"۔ آپ نے فرمایا:

"تم لوگ اپنے لڑائی جھگڑے ہمارے پاس لاتے ہو یہ ہو سکتا ہے تم میں کوئی اپنے دلائل پیش کرنے میں زیادہ تیز و چرب زبان ہو اور میں تو اپنے سننے کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں تو اگر میں کسی کے لئے اس کے بھائی کے حق میں سے فیصلہ کر دوں تو وہ اس کو نہ لے، کہ اس صورت میں میں اس کے لئے آگ کے ایک ٹکڑے کا فیصلہ کر رہا ہوں"

لڑائی کے وقت آدمی اگر قدرت رکھتا ہو (خواہ یہ لڑائی دین کے بارے میں ہو یا دنیا کے بارے میں ہو) کہ باطل پر بھی غلبہ پالے یعنی ناحق کو بھی سننے والے کے سامنے اس طرح پیش کرے کہ وہ حق معلوم ہونے لگے، اور حق کو کمزور کر دے اس کو باطل کر کے پیش کر دے تو یہ بدترین اور خبیث ترین عمل ہے اور نفاق کی سب سے بری صورتوں میں سے ہے۔

سنن ابوداؤد میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"جو ناحق کو ناحق جانتے ہوئے اس کے لئے لڑا اور اس کو اپنا حق بتایا تو وہ جب تک اس کو چھوڑ نہ دے، اس سے الگ نہ ہو جائے برابر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سزاوار رہے گا"

نفاق کی یہ وہ چار علامتیں ہیں جن پر یہ حدیث پاک مشتمل ہے ایک دوسری روایت میں منافق کی علامتوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ (جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے)۔

وعدہ خلافی کی دو صورتیں ہیں۔

ایک تو یہ کہ وعدہ کرتے وقت ہی سے وعدہ پورا کرنے کی نیت نہ ہو، یہ بدترین شخص ہے اور اگر اس نے کہا کہ انشاء اللہ ایسا کروں گا اور نیت نہ کرنے کی ہے تو یہ جھوٹ اور وعدہ خلافی میں شمار ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وعدہ کیا اور نیت وعدہ پورا کرنے کی ہے پھر اس کا خیال بدل گیا اور بلا عذر کے وعدہ خلافی کی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا:

"تم میں سے کوئی شخص ایسا نہ کرے کہ اپنے بچے سے وعدہ کرے اور پھر اس کو پورا نہ کرے" ابن زہریؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالہ سے ذکر فرمایا ہے کہ:

"جس نے بچے سے یہ کہا کہ آؤ تم کو کھجور دیتا ہوں پھر اس کو کچھ دیتا نہیں تو یہ بھی جھوٹ ہے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تفصیل کے ساتھ نفاق کی پہچان و علامتیں اس لئے بتائی ہیں، تاکہ ہم اس میں مبتلا نہ ہو جائیں اور ان سے دور رہیں جن کے دل بہک گئے اور وہ ان بری عادتوں کے دلدادہ بن گئے، پوری عمر انھیں عادتوں میں گذار دیتے ہیں۔

حدیث کا فقہی پہلو

قرآن و حدیث میں عہد و پیمان امانت کی ادائیگی۔ بیع و شراء اور شرائط کے پورا کرنے کا حکم ہے، اور دھوکا دہی عہد توڑنے امانت میں خیانت کرنے کی ممانعت آئی ہے اور جو اس کا مرتکب ہو اس کے بارے میں بڑی وعید ہے جب وفاء عہد اور اس کے پاس و لحاظ کا حکم دیا گیا تو معلوم ہوا کہ شرائط اور عقد کا صحیح ہونا ضروری ہے۔

وعدہ پورا کرنے کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے بعض علماء نے تو وفاء عہد کو واجب قرار دیا ہے، امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں بیان فرمایا ہے کہ ابن اشوع نے وعدہ پورا کرنے کا فیصلہ دیا ہے اہل ظاہر میں سے ایک جماعت اس کی قائل ہے، بعض علماء اس صورت میں ایفائے عہد کو واجب قرار دیا ہے جب کہ اس میں موعود (یعنی جس سے وعدہ یا عہد ہوا ہے) کا اس میں فائدہ ہو، امام مالک سے بھی یہی بیان کیا گیا ہے، بہت سے فقہاء واجب نہیں کہتے۔

۳۔ دھوکا دہی ہر زمانہ میں ممنوع و حرام رہی ہے خواہ مسلمانوں میں باہم عہد و وعدہ ہو خواہ مسلمان و غیر مسلم میں ہو، حتیٰ کہ جس سے عہد ہوا ہے وہ کافر بھی ہو تو عہد پورا کرنا ہوگا۔

۴۔ ایسے ہی اس وعدہ اور عہد کا پورا کرنا واجب ہوگا جو حرام نہ ہو، اور کسی خاص شریعت سے اس کا حلال ہونا ثابت نہ ہو، مثلاً وہ عہد اور وعدے جو انھوں نے زمانۂ جاہلیت میں کئے تھے اور ان وعدوں کے پورا کرنے کا حکم دیا گیا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَوْفُوْا بِالْعَھْدِ اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا

اور عہد کو پورا کرو کہ عہد کے بارے میں ضرور پرسش ہوگی۔

آیت سے معلوم ہوا کہ بندہ نے جو عہد کیا ہے وہ اللہ کے عہد میں شامل ہے اگرچہ عہد کرنے سے پہلے اس کو اس کا حکم نہیں دیا گیا تھا مثلاً نذر یا خرید و فروخت کا معاملہ کرنا کہ اس کے پورا کرنے کا حکم ہے جیسا کہ آیت کریمہ سے اس کا اشارہ ملتا ہے۔

۶۔ اس حدیث پاک کو علماء کی ایک جماعت نے مشکل احادیث میں شمار کیا ہے، اس لئے کہ اس حدیث پاک میں مذکورہ باتیں کبھی اس مسلمان میں بھی پائی جاتی ہیں جو مومن خالص ہوتا ہے (یعنی عہد رسالت کے منافقوں جیسا نہیں ہوتا کہ دکھاوے کے لئے اسلام لایا ہو) اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ جو دل و زبان سے اسلام کی تصدیق کرتا ہو اور اس کے بعد ان باتوں میں سے کسی بات کا مرتکب ہو تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور وہ ان منافقوں میں داخل نہیں ہوگا جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

حدیث کے فوائد

۱۔ حدیث پاک میں نفاق اور منافق کی علامتوں کو واضح اور بیان کیا گیا ہے، لہٰذا ہر بندۂ مومن پر ضروری ہے کہ ان مذموم عادتوں سے بچے۔

۲۔ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے مومن بھائی کے اندر اگر نفاق کی عادتوں میں سے کوئی عادت محسوس کرے تو اس کو اس سے منع کرے اور حق کی طرف رہنمائی کرے۔

۳۔ نفاق نہایت مہلک مرض ہے جو امت کو ہلاکت و پستی میں لے جاتا ہے اور اس کے عروج و ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے۔

۴۔ نفاق ان تباہ کن امراض میں سے ایک ہے۔ جن سے ہمارا موجودہ معاشرہ دوچار ہے، اس وقت اس کی شدید ضرورت ہے کہ معاشرہ کو جھوٹ، خیانت، اور دھوکا جیسی منافقانہ باتوں سے پاک کیا جائے، اور ایسی تمام باتوں کو معاشرہ سے دور کیا جائے جو اس کو توڑتی اور بگاڑتی ہوں یہ سب یہودیوں کی خصلتیں ہیں۔ کسی مسلمان کے لئے زیبا نہیں کہ وہ ان میں مبتلا ہو اور ان عادات ذمیمہ کی اس کو ہوا بھی لگے۔

۵۔ دھوکا دینا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شیوہ نہیں، صحیحین میں ابوسفیان بن حرب سے مروی ہے کہ جب ہرقل نے ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت (یعنی کیا وہ دھوکا دیتے ہیں) سوال کیا تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ نہیں وہ دھوکا نہیں دیتے۔ مسلمان کا فرض ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلے کہ ہمارے لئے آئیڈیل اور نمونہ حضور ہی کی ذات بابرکات ہے۔

۶۔ آیت کریمہ

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَ اَیْمَانِھِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

جس کو اوپر مع ترجمہ آپ پڑھ چکے نفاق کے بہت سے معانی دھوکا، خیانت، جھوٹ وعدہ خلافی، اور ان کے برے انجام پر مشتمل ہے۔

۷۔ نفاق کی ان چاروں عادتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوسرے سے ملا کر مسلسل ذکر فرمایا ہے جس میں اس بات کا اشارہ ہے کہ یہ سب چیزیں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں، یہ آپ کی بلاغت لسانی کی دلیل ہے، خیانت، دھوکا، جھوٹ، لگائی، یہ سب ایک جنس سے ہیں، جو شخص ان میں سے کسی ایک کا مرتکب ہوگا دوسری کے لئے دروازہ کھل جائے گا۔ خیانت کے لئے جھوٹ بولنا لازم ہے کہ جب امانت مانگی جائے گی انکار کرے گا اور جھوٹ بولے گا۔ اس طرح خیانت سے جھوٹ پیدا ہوگا اور جھوٹ سے دھوکا جنم پائے گا، اور دھوکا سے گالی جنم پائے گی، وہ شخص خوش نصیب ہے جو ان ناپسندیدہ صفات سے اپنے کو بچالے جائے۔

۱۔ جامع العلوم والحکم لزین الدین بن رجب الحنبلی ص ۳۷۰۔
۲۔ الاسراء ۳۴ ۳۔ النحل ۹۱ ۴۔ آل عمران ۷۷
۵۔ جامع العلوم والحکم لابن رجب الحنبلی ص ۳۷۸
۶۔ جامع العلوم والحکم ص ۳۷۵
۷، ۸، ۹۔ جامع العلوم والحکم
۱۰۔ صحیح شرح نووی باب خصال المنافق